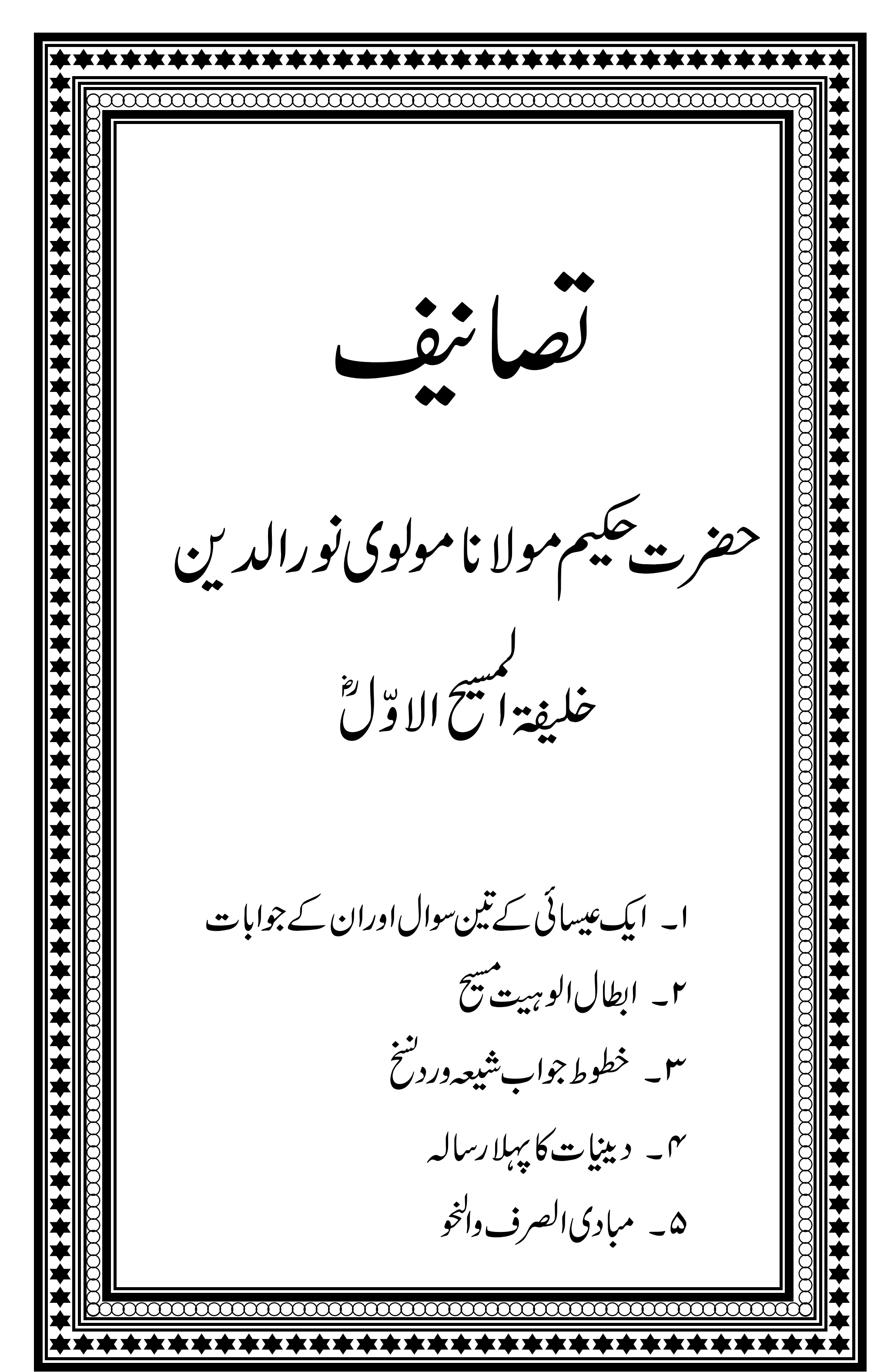


تصانیف

حضرت حکیم مولانا مولوی نورالدین

خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

۱۔ ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات

۲۔ ابطال الوہیت مسیح

۳۔ خطوط جواب شیعہ ورد نسخ

۴۔ دینیات کا پہلا رسالہ

۵۔ مبادی الصرف والنحو

فہرست کتب

۱۔ ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات	۱
۲۔ ابطال الوہیت مسیح	۳۳
۳۔ خطوط جواب شیعہ ورد نسخ	۶۵
۴۔ دینیات کا پہلا رسالہ	۸۹
۵۔ مبادی الصرف والنحو	۱۱۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:۷)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

ایک عیسائی کے تین سوال

اور

ان کے جوابات



از افاضات

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (العنکبوت:۵۰)

چند روز ہوئے کہ ایک عیسائی صاحب مسمّٰی عبداللہ جیمز نے چند سوال اسلام کی نسبت بطلب جواب انجمن میں ارسال فرمائے تھے چنانچہ اُن کے جواب اس انجمن کے تین معزز ومقتدر معاونین نے تحریر فرمائے ہیں جو بعد مشکوری تمام بصورت رسالہ ہٰذا شائع کئے جاتے ہیں۔

سوالات

اوّل۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نبوت اور قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر متشکّی ہونا جیسا سورۂ بقر اور سورۂ انعام میں درج ہے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (البقرۃ:۱۴۸۔ الانعام:۱۱۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں یقین جانتے تھے کہ وہ پیغمبر خدا نہیں اگر وہ پیغمبر خدا ہوتے یا انہوں نے کبھی بھی کوئی معجزہ کیا ہوتا یا معراج ہوا ہوتا یا جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید لائے ہوتے تو وہ کبھی اپنی نبوت پر متشکّی نہ ہوتے۔ اُس سے ان کا قرآن مجید پر اور اپنی نبوت پر متشکّی ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے اور نہ وہ رسول اللہ ہیں۔

دوم۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو اس وقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہو کر یہ نہ کہتے کہ خدا کو معلوم یعنی مجھ کو معلوم نہیں اور اصحابِ کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے حالانکہ سورج زمین سے نو[۹] کروڑ حصہ بڑا ہے وہ کس طرح دلدل میں چھپ سکتا ہے۔

سوم۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی معجزہ نہ ملا جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں درج ہے (ترجمہ عربی کا) اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اس پر کچھ نشانیاں (یعنی کوئی ایک بھی کیونکہ لا نافیہ اس

آیت میں جو کہ جنس ہے کل جنس کی نفی کرتا ہے)اس کے ربّ سے۔اورسورۂ بنی اسرائیل میں بھی۔
اورہم نے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے ان کوجھٹلایا۔اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے
کوئی معجزہ نہیں دیا۔حقیقت میں اگرکوئی ایک معجزہ ملتا تو وہ نبوت اورقرآن پر متشکّی نہ ہوتے۔

علامۂ دوراں امام مناظرین زماں حامی دین متین مولٰینا مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی طرف سے جوابات

پہلے سوال کا جواب

ہادی اسلام خیر خواہ کافہ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رسالت اور نبوت پر اپنی صداقت اور کامیابی پر پورا یقین اور پرلے درجہ کا علم و اعتقاد تھا۔ کبھی کسی قسم کا تردد و شک حضور علیہ السلام کے قلب مطہر اور منشرح پر نہیں آیا۔ آپ کا کیا ذکر آپ کے ساتھ والے اور میرے جیسے اتباع بھی آپ کی صداقت اور نبوت پر اعلیٰ درجہ کا یقین رکھتے ہیں۔

ثبوت

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف :۱۰۹)

یہی میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ[۱] کی طرف پرلے درجہ کی سمجھ اور بوجھ پر میں اور میرے ساتھ والے بھی ایسے ہیں۔ اور ہر برائی اور نقص سے پاک ہے اللہ۔ اور میں اللہ کے ساتھ کسی امر میں کبھی کسی مخلوق کو ساجھی سمجھنے والا نہیں۔

دوسری دلیل
حضور علیہ السلام کے متردد نہ ہونے پر

قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ (الانعام :۵۸)

---

[۱] اللہ قرآنی محاورہ میں ایسی ذات پاک کا نام ہے جو ہر ایک کاملہ صفت سے موصوف اور ہر ایک برائی سے منزّہ ہو۔ نورالدین۔

بے شک وشبہ میں اعلیٰ درجہ کے کھلے نشان اپنی راستی اور صداقت پر اپنے رب کی طرف سے رکھتا ہوں اور تم اس راستی کی تکذیب کر چکے۔ میری تکذیب کے بدلہ جو عذاب تم پر آنے والا ہے تم چاہتے ہو وہ عذاب تم پر جلد آ جاوے سو اس عذاب کا تم پر لانا میرے قبضہ قدرت میں نہیں۔ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں مگر یاد رکھو منکر دکھ پاویں گے۔ اللہ ظاہر کرتا رہے گا اس حق کو جو میں لایا ہوں اور بے شک وریب وہ (اللہ تعالیٰ) ہے بہت ہی بڑا جھوٹ اور سچ میں فیصلہ کرنے والا۔ جھوٹے کو ذلیل سچے کو فتح مند کرے گا۔

تیسری دلیل

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا (الانعام:۱۶۲)

بے شک وریب مجھے راہ بتائی میرے رب نے سیدھی راہ۔ ٹھیک اور درست دین کی جس کا نام ابراہیمی دین ہے (اسلام) ایک طرف کا دین ہر طرح کے شرک سے بالکل پاک۔

چوتھی دلیل

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ (البقرۃ:۲،۳)

یہ سورت جس کا نام الٓمّٓ ہے وہ کتاب ہے (جس کے اُتارنے کا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب استثناء کے باب ۱۸ میں وعدہ ہو چکا) اس میں شک وریب کی جگہ نہیں۔

پانچویں دلیل

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزّمّل: ۱۶) بے شک وریب ہم نے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) تمہاری طرف بھیجا بڑا عظمت والا رسول نگران تم پر اور یہ رسول اس رسول کی مانند ہے جس کو ہم نے فرعون کے پاس بھیجا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ (المزمل:۱۸) منکرو! بتاؤ تو تم کیسے بچو گے عذاب سے اگرتم نے اس رسول کا انکار کیا۔ کیا معنی اگر فرعون موسیٰ علیہ السلام کے انکار سے سزایاب ہوا تو تم منکرو! کیونکر بچ سکتے ہو۔

یہ آیت شریف کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ کی طرف راہنمائی فرماتی ہے۔

غرض اسی طرح کی بہت آیات قرآن کریم میں موجود ہیں اور ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت، نبوت، راستی اور راستبازی پر پورا اور اعلیٰ درجہ کا یقین تھا اور اولڈ ٹیسٹمنٹ اور نیو ٹیسٹمنٹ کے ماننے والا بعد انصاف ہرگز انکار نہیں کرسکتا کیونکہ استثناء ۱۸ باب ۱۸ میں اور اعمال ۳ باب میں صاف لکھا ہے کہ ایک نبی موسیٰ علیہ السلام کی مانند آنے والا ہے اور توریت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جھوٹا نبی جو اَز راہ کذب وافترا اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی مانند کہے مارا جاوے گا۔

حضور (فِدَاهُ اَبِیْ وَاُمِّیْ) نبی عرب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند رسول ہونے کا دعویٰ فرمایا جیسا گزرا اور آیت شریف وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدة :٦٨) جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالے گا پڑھ کر پہرہ اور حفاظت کو بھی دور کر دیا۔ مدینہ کے یہود اور عیسائی قوم کو صاف صاف سنا دیا کہ میں قتل نہ کیا جاؤں گا اور اللہ کے فضل سے قتل سے بچ رہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

عیسائی صاحبان! اگر نبی عرب اس دعوٰی نبوت میں (اور نبوت کا بھی وہ دعوٰی میں كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فرما کر استثنا ۱۵ باب ۱۸ اور اعمال ۳ باب والا دعوٰی ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ نبی عرب قتل نہیں کئے گئے) کاذب ہیں (**معاذاللہ**) تو توریت کتاب مقدس نہیں بلکہ بالکل غلط اور کذب ہے۔ کیونکہ کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ میں لکھا ہے جھوٹا نبی مارا جاوے گا۔ لاکن توریت شریف اگر الہام الٰہی سے ہے اور سچ تو ہمارے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم سچے

رسول اور فی نفس الامر استثنا۱۸باب والے رسول ہیں۔

اسی واسطے قرآن کریم بار بار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ اور اپنے آپ کو مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (ال عمران: ۸۲)فرماتا ہے۔کیا معنی قرآن کریم اور نبی عرب نے اپنے ظہور اور حفاظت اور قتل سے بچ کر توریت کو سچا کر دکھایا۔

اب آگے سنو۔قرآن کریم نے دعویٰ فرمایا ہے ’’قرآن میں اختلاف نہیں‘‘۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النسآء:۸۳)

قرآن کریم اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف ہوتا اور بہت اختلاف ہوتا۔کیونکہ اختلاف دوطرح کا ہوسکتا ہے۔

اوّل یہ کہ قرآن کریم کے مضامین کو قانون قدرت تکذیب کرے اور قرآنی مطالب الٰہی انتظام اور فطری قوانین کے مخالف ہوں۔یا ہمارے فطری قویٰ ان کو برداشت نہ کرسکیں۔

دوسری صورت اختلاف کی یہ ہے۔قرآنی مضامین باہم متعارض ہوں۔

غور کرو! اَن پڑھ عرب کے اَن پڑھ عربی نے **(اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنِّىْ مَا اَسْاَلُكُمْ)** یہ قرآن لوگوں کو سنایا۔پھر تیرہ سو برس کی سرتوڑ نیچرل فلاسفی کی تحقیقات نے حضرت قرآن کلام الرحمٰن کے کسی مضمون کو یقینی طور پر نہ جھٹلایا اور اس تجربہ سے یقیں ہوگیا کہ آئندہ بھی کبھی نہ جھٹلائے۔

دوسری صورت اختلاف کی نسبت عرض ہے

قرآن کریم تیئیس برس میں لوگوں کو سنایا گیا اور اس مدت دراز میں حضور علیہ السلام کبھی تن تنہا ہیں اور کبھی ہزاروں ہزار خدام پر حکمران۔کبھی دشمنوں پر حملہ آور اور کبھی احباب کے درمیان۔گاہے گھر میں بیبیوں سے معاشرت۔کسی وقت اعدا سے مباشرہ۔کبھی عرب کی بے دین اور جاہل قوم سے مکالمہ اور کبھی نصاریٰ اور یہود کے علما سے مناظرہ۔ایک وقت فقر ہے اور

دوسرے وقت غنی وغیرہ وغیرہ۔

ایسی مختلف حالتوں میں کمزور انسان کے خیالات ہرگز ہرگز یکساں نہیں رہ سکتے ان میں تغیر اور اختلاف ضرور آ جاتا ہے مگر قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں باآنکہ تیئیس برس اور مختلف حالتوں میں اترا۔

اورقرآن مجید نے اپنی صفت میں یہ بھی فرمایا ہے

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا جب میں نے قرآن مجید سے ثابت کر دیا کہ نہ تو حضور علیہ السلام کو کوئی شک وشبہ ہے اور نہ قرآن میں اختلاف۔تو اب سائل کے سوال پر توجہ کرتا ہوں۔

کیوں؟ اس لئے کہ مجھ کو کتاب مجید اور فرقان حمید سے جیسے گزرا ثابت ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقین کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور قرآن میں اختلاف نہیں، پھر سائل کہتا ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا کہ ہادی اسلام متشکک تھے۔ بڑی دلیل سائل کی سورۂ بقرہ کی آیت ذیل ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (البقرۃ:۱۴۸)

سواس کا پہلا جواب یہ ہے لَا تَكُوْنَنَّ نفی کا صیغہ ہے نہ نہی کا اور تاکید کے واسطے نون مشدد اس کے آخر زیادہ کیا گیا تو لَا تَكُوْنَنَّ ہو گیا۔مشدد نون ماضی اور حال پر نہیں آ سکتا۔ پس لَا تَكُوْنَنَّ استقبال کا صیغہ ہوگا۔اب اس تحقیق پر آیت کے یہ معنے ہوں گے:۔

یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (چونکہ الٰہی الہام اور دلائل سے یہ حق ثابت ہو گیا) تو تو کبھی شک والوں میں سے نہ ہوگا۔

دوسرا جواب۔ ہم نے مانا لَا تَكُوْنَنَّ نفی نہیں نہی کا صیغہ ہے۔مگر ہم کہتے ہیں نہی دو قسم ہوتی ہے۔ایک طلب ترک فعل۔دوم طلب عدم فعل۔سائل کا اعتراض اس صورت میں ہے کہ یہاں نہی کو بغرض طلب ترک فعل لیا جاوے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ مخاطب فعل شک کو ترک

کر دیوے۔مگر ہم کہتے ہیں یہاں شک معدوم ہے اور نہی کا منشا یہ ہے کہ جیسے شک معدوم ہے آئندہ بھی معدوم رہے۔

تیسرا جواب۔ سائل ! یہاں آیت فَلَاتَكُوْنَنَّ میں ایسا کونسا امر ہے جس کے باعث ہم کوخواہ مخواہ ماننا پڑے کہ لَاتَكُوْنَنَّ کے مخاطب ہادی اسلام ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ہم کہہ سکتے ہیں بدلائل مذکورہ سابقہ حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت پر یقین تھا اور قرآن کریم میں اختلاف نہیں۔

اس لئے ثابت ہؤا لَاتَكُوْنَنَّ کا مخاطب کوئی متردد اور شک کرنے والا آدمی ہے نہ حضور علیہ السلام۔

چوتھا جواب۔ ہم نے مانا اس جملہ لَاتَكُوْنَنَّ کے مخاطب ہمارے پاک ہادی علیہ السلام ہیں مگر عبری اور عربی کا طرز کلام باہم قریب قریب ہے اور کتب مقدسہ کا غیر محرف حصہ اور قرآن کریم دونوں ایک ہی متکلم کے کلمات ہیں اور دونوں ایک ہی مخرج سے نکلے ہیں اور دونوں کا محاورہ ہے کہ اعلیٰ مورث کو مخاطب کیا جاتا ہے اور مراد اس مورث کی قوم ہوتی ہے۔کسی کو خطاب کرتے ہیں اور کسی دوسرے کو مقصود بالخطاب رکھتے ہیں۔

دیکھو یرمیا۔ ہائے کہ وہ دن بڑا ہے یہاں تک کہ اس کی مانند کوئی نہیں وہ یعقوب کی مصیبت کا وقت ہے ...... یرمیا ۳۰ باب ۷-۱۰۔اے میرے بندہ یعقوب ہراساں مت ہو۔ یرمیا ۴۶ باب ۲۸۔

خداوند کا یہوداہ کے ساتھ بھی ایک جھگڑا ہے اور یعقوب کو جیسے اس کی روشیں ہیں ویسی سزا دے گا۔ہوسیع ۱۲ باب ۲۔

دلاوری سے لبالب ہوں کہ یعقوب کو اس کا گناہ اور اسرائیل کو اس کی خطا جتا دوں میکہ ۳ باب ۸۔ یعقوب کی رونق کو اسرائیل کی رونق کی مانند پھر بحال کرے گا۔نحُوم ۲ باب ۲۔اے

گرازین (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جوافسوس اورملامت کے قابل نہیں) تجھ پرافسوس ہےاے بیت صیدا (یہ بھی گاؤں ہے) تجھ پرافسوس متی ۱۱باب ۲۱۔اے یروشلم !اے یروشلم !(یہ بیت المقدس ہے) جونبیوں کو مار ڈالتی ہے متی ۲۳ باب ۳۷۔ایسی صدہا کتب مقدسہ صدہا جگہ دیکھ لو۔اب اس طرح کےمحاورات قرآن کریم سے سنو۔

(۱) یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (الطلاق:۲) اے نبی! جب تم لوگو! عورتوں کو طلاق دو۔

(۲) یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ اتَّقِ اللہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (الاحزاب:۲) اے نبی خدا سے ڈر اور کفار کی فرمانبرداری اورمنافقوں کی اطاعت مت کر بیشک اللہ تعالےٰ جو کچھ تم (عام لوگوں کو خطاب) کرتے ہو اس پر خبردار ہے۔

(۳) وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ (الزّخرف:۴۶) پوچھ اُن رسولوں سے جو تجھ سے پہلے گزرے۔

ان مقامات میں دیکھ لو''یا'' کے لفظ سے مخاطب کون ہے اور طَلَّقْتُمْ سے کون۔ اِلٰی کے لفظ میں مخاطب کون اور تَعْمَلُوْنَ کے لفظ سے کون معلوم ہوتا ہے۔ مَنْ سے مراد کون ہے اور قَبْلِکَ کس کا پتہ دیتا ہے۔

پانچواں جواب۔ میں نے مانا لَاتَکُوْنَنَّ نہی کا صیغہ ہے اور نہی بھی بمعنی طلب ترک ہے اور یہاں مخاطب بھی سرور کائنات اور فخر موجودات ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور مراد بھی وہی ہیں مگر میں کہتا ہوں جب لَا تَکُنْ نہی کے صیغہ پر نون مشددہ تاکید کے لئے آیا اور نون تاکید مشدد ماضی اور حال پر ہرگز آتا نہیں۔جس فعل پر آتا ہے اس کو استقبالی فعل کر دیتا ہے۔پس لَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ کے معنے یہ ہوں گے:۔

اے محمد تو زمانہ ماضی اور حال میں شک کرنے والا نہیں رہا۔اب آگے زمانہ استقبال

میں بھی متردد اور متشکک نہ رہیو۔گویا یہ الٰہی دعا ہے جو یقیناً قبول ہے یا جس حالت میں تیری جبلت بھی ایسی تعلیم پرتر ددوالی نہیں تو اب تو میرے مطالب دلائل سے مدلل ہو چکے۔

چھٹا جواب۔ میں نے بفرض محال مان لیا تردد واقع ہؤا تو کیا ایسا تردد حسب مسلمات عیسائیوں کے نبوت کے عہدہ سے معزول کر سکتا ہے ہرگز ہرگز نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی توریت کتاب خروج اور کتاب قاضی۔موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی نجات کے لئے منتخب فرمایا۔تو حضرت موسیٰ فرماتے ہیں:۔ میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکالوں۔خروج ۳ باب ۱۱۔ پھر موسیٰ علیہ السلام لگے عذر کرنے کہ میں اچھی طرح بول نہیں سکتا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بتا کید کہا کہ تو جا میں تیرے ساتھ ہوں۔ پھر اپنی کمزوری پر ان سب باتوں پر بقول عیسائیوں کے اطمینان نہ ہوا تو عرض کیا کہ کسی اور کو مصر میں بھیج۔تب باری تعالیٰ (موجودہ توریت کہتی ہے) کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا دیکھو۔تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا۔ خروج ۴ باب ۱۴۔

اور جدعون نے جو کچھ کیا ہے وہ کتاب قاضی ۶ باب ۳۶-۴۰ ورس سے ظاہر ہے۔ کیسے امتحانات کرتا رہا۔ذرا منصف عیسائی اس پر پھر غور کریں۔

دوسرے سوال کا جواب

میں نے قرآن کریم کو اس سوال کے خیال پر بہت بار دیکھا مگر باہمہ تامل وتفکر مجھے کچھ معلوم نہ ہوا کہ سائل نے قرآن مجید کی کون سی آیت سے ایسا سوال نکالا۔خاکسار سائل کے سوال کو بغرض سہولت بیان تین حصوں پر تقسیم کرتا ہے۔

حصہ اوّل سوال کا یہ ہے۔اگر محمدؐ پیغمبر ہوتے تو اس وقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہو کر یہ نہ کہتے کہ خدا کو معلوم ہے یعنی مجھے معلوم نہیں۔

خاکسار عرض پرداز ہے۔مخالف اور موافق لوگوں نے حضور علیہ السلام سے جس قدر سوال کئے اُن کا جواب اگر ممکن تھا تو حضور علیہ السلام نے ضرور دیا ہے۔قرآن میں حسب ذیل سوالات کا تذکرہ موجود ہے منصف غور کریں۔**اوّل** رمضان کے مہینہ اور روزوں کے چاند کا تذکرہ جب قرآن کریم نے کیا تو لوگوں نے رمضان کے اوراَور چاندوں کا حال دریافت کیا۔جیسے قرآن کہتا ہے۔اور ماہ رمضان کے تذکرہ کے بعد اس سوال کا تذکرہ کرتا ہے:۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ (البقرۃ:۱۹۰) پوچھتے ہیں تجھ سے رمضان کے سوا اور چاندوں کا حال یعنی ان میں کیا کرنا ہے اس سوال کا جواب سوال کے بعد ہی بیان کیا گیا اور جواب دیا۔ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ تو اس سوال کے جواب میں کہہ دے یہ چاند لوگوں کے فائدہ اٹھانے کے وقت ہیں اور بعضے چاندوں میں حج کے اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے۔یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:۲۱۶) سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں۔اس کا جواب قرآن نے دیا ہے مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ جو کچھ خرچ کرو مال سے تو چاہیئے کہ وہ تمہارا دیا اور خرچ کیا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہو۔

تیسرا سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ (البقرۃ:۲۱۸) پوچھتے ہیں تجھ سے حرمت والے مہینہ کے متعلق کہ اس میں جنگ کا کیا حکم ہے ؟ تو جواب دیا قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تو جواب دے۔اس مہینہ میں لڑائی کرنا بُری بات ہے اور اس سے حج وعمرہ کیسی عبادت سے روکنا لازم آتا ہے۔

چوتھا سوال۔یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ (البقرۃ:۲۲۰) پوچھتے ہیں تجھ سے شراب اور جوئے کی بابت۔ تو جواب دے فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ شراب خوری اور قمار بازی نہایت بڑی اور بری بدکاری ہے۔

پانچواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:۲۲۰) پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔ توجواب دے اَلْعَفْوَ اپنی حاجت سے زیادہ مال کوخرچ کرو۔

چھٹا سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ (البقرۃ:۲۲۳) پوچھتے ہیں حیض میں عورت سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔توجواب دے قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ حیض کے دنوں میں جماع کرنا دکھ دیتا ہے۔حیض کے دنوں میں عورتوں کی صحبت سے الگ رہو۔

ساتواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی (البقرۃ:۲۲۱) پوچھتے ہیں یتیموں کے متعلق۔ جواب دے اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ یتیموں کے مال،عزت، پرورش غرض ہرطرح ان کی اصلاح اور سنوار عمدہ بات ہے۔

آٹھواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ (المائدۃ:۵) پوچھتے ہیں کیا کچھ کھانے میں حلال ہے۔جواب دے اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ تمہارے لئے تمام وہ چیزیں جو غالب عمرانات کے سلیم الفطرتوں میں ستھرے اور پسندیدہ ہیں وہ تو حلال کردی گئیں۔

نواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال:۲) تجھ سے پوچھتے ہیں غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ۔توجواب دے اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔غنیمت کی تقسیم اللہ پھر رسول کے اختیار میں ہے۔

دسواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ (الکھف:۸۴) ذوالقرنین کا قصہ تجھ سے پوچھتے ہیں۔توجواب میں قصہ سنادے اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ (الکھف:۸۵) سے ذوالقرنین کا قصہ شروع کردیا اور بقدر ضرورت اسے تمام کیا۔یہ ذوالقرنین وہ ہے جس کا ذکر دانیال ۸ باب ۸ میں ہے۔

گیارھواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ (طٰہٰ:۱۰۶) تجھ سے پوچھتے ہیں ایسے مضبوط پہاڑ کیا ہمیشہ رہیں گے۔توجواب دے یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا اڑادے گا اور پہاڑوں کو پاش پاش کردے گا میرا رب۔

بارھواں سوال۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (بنی اسرائیل: ۸۶) تجھ سے سوال کرتے ہیں قرآن کس کا بنایا ہوا ہے۔تو جواب دے مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یہ قرآن میرے رب کا حکم اور اسی کا کلام ہے۔

یاد رکھو میں نے روح کا ترجمہ قرآن کیا ہے۔اس کے کئی باعث ہیں۔

اوّل قرآن میں خود اس وحی اور کلام الٰہی کو روح کہا گیا۔**وَالْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا** دیکھو وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ: ۵۳) اوراس طرح وحی کی ہم نے تیری طرف روح اپنے حکم سے۔

دوم یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (بنی اسرائیل: ۸۶) کے ماقبل اور مابعد صرف قرآن کریم کا تذکرہ ہے ہاں ممکن ہے کہ ہم اس آیت میں روح کے معنے اُس فرشتہ کے لیں جو وحی لاتا تھا اور جس کا نام اسلامیوں میں جبرئیل ہے۔ یا یوں کہیں کہ روح کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا سوال ہوا جواب دیا گیا روح حادث اور رب کے حکم سے ہوا ہے۔

تیرھواں سوال۔ یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (النّساء: ۱۵۴) مانگتے ہیں تجھ سے یہودی اور عیسائی اہل کتاب اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ کہ اُن پر اتار دے تُو ایک کتاب آسمان سے۔ یہ سوال اہل کتاب نے اس لئے کیا کہ محمد صلی صاحب (اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ کیا ہے کہ میں موسیٰ کی مانند نبی ہوں اور وہی ہوں جس کی بابت توریت استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ میں پیشگوئی موجود ہے اوراس نبی کی پیش گوئی توریت میں اس طرح لکھی تھی:۔

تجھ سا ایک بنی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔استثنا ۱۸ باب ۱۸۔

پس لامحالہ اس نبی کے واسطے کوئی ایسی کتاب آسماں سے نہ اترے گی جو لکھی لکھائی آجاوے کیونکہ توریت میں تو لکھا ہے ''اپنا کلام اس کے منہ میں دوں گا'' پس ایسے سوال کے جواب میں فرمایا فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النساء:۱۵۴)۔

باقی پانچ سوال یہ ہیں جن کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے۔ میرا رب جانتا ہے:۔

اوّل یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا (الاعراف:۱۸۸) **پوچھتے ہیں قیامت کی گھڑی کب ہوگی۔ جواب دیا۔** قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ **تو کہہ اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے۔**

دوسرا یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ (الذّٰریٰت:۱۳) **پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہوگا۔ جس کا جواب کچھ نہیں دیا۔ غالباً اس لئے کہ وہ ہمیشہ ہی، یا کہ اس لئے کہ ان کی مراد قیامت سے ہے۔**

تیسرا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا (النّٰزعٰت:۴۳) **پوچھتے ہیں وہ گھڑی کب ہوگی۔ جس کا جواب دیا:** فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا (النّٰزعٰت : ۴۴،۴۵) **تجھے ایسے قصوں سے کیا اس کا علم رب تک ہے۔**

چوتھا یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ (الاحزاب:۶۴) **پوچھتے ہیں اس ساعت سے۔ جس کا جواب دیا:** اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ **اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔**

پانچواں یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا (الاعراف:۱۸۸) **جس کا جواب دیا** عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ **تجھ سے پوچھتے ہیں کیا تو ایسی باتوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔**

لاکن اس سوال کا جواب نہ دینے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ حضرت مسیح فرماتے ہیں اس دن اور اس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتہ تک کوئی نہیں جانتا۔ متی ۲۴ باب ۳۶۔ اور جگہ فرماتے ہیں:۔ اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے۔ مرقس ۱۳ باب ۳۲۔

سائل اور اس کے ہم خیال غور کریں اس گھڑی کی بابت حضرت مسیح کیا فتویٰ۔ ایسی

گھڑی کا وقت نہ بتانا اگر نبوت اور رسالت میں خلل انداز ہے تو حضرت مسیح کی نبوت اور رسالت بلکہ عیسائیوں کی مانی ہوئی مسیح کی الوہیت میں خلل پڑے گا۔

سائل کے سوال کا دوسرا حصہ

اوراصحاب کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے۔

جواب۔ نہ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی تعداد بیان فرمائی اور نہ رسول کریم نے۔ معلوم نہیں ہوسکتا کہ سائل نے غلط بیانی کا اتہام کیونکر لگایا۔ جب حضرت رسالت مآب نے تعداد کو بتایا ہی نہیں اوراس کا بیان ہی نہیں کیا تو غلط بیانی کہاں سے آ گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے سائل کسی کے دھوکہ میں آ کر یہ سوال کر بیٹھا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاں اصحاب کہف کا قصّہ لکھا ہے وہاں تعداد کے متعلق یہ آیت ہے:۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ (الکھف :۲۳)

ترجمہ۔لوگ کہیں گے تین ہیں چوتھا اُن کا کتا اور کہتے ہیں پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے۔ بے نشانہ تیر چلاتے ہیں اور کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔تُو کہہ دے (اے محمد) میرا رب ہی اُن کی تعداد جانتا ہے اوراُن کو تھوڑے ہی جانتے ہیں۔

اس آیت شریف سے صاف صاف واضح ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہیں گے۔اورلوگ فلاں فلاں تعداد اصحاب کہف کی بیان کریں گے۔لاکن ان لوگوں کا کہنا ''بن نشانہ تیر چلانا ہے'' اعتبار کے قابل نہیں۔

غرض حضرت نبی عرب نے کوئی تعداد اصحاب کہف کی نہیں بتائی۔

اورسائل کے سوال کا تیسرا حصہ یہ ہے

اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے حالانکہ سورج زمین سے نو[۹] کروڑ حصے بڑا ہے وہ کس طرح دلدل میں چھپ سکتا ہے۔

الجواب

سائل صاحب! تمام قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا یا غرق ہوتا ہے پادریوں کو مدت سے یہ دھوکا لگا ہے کہ قرآن میں ایسا لکھا ہے حالانکہ قرآن میں نہیں لکھا۔ بات یہ ہے کہ اس ذوالقرنین کا قصہ جس کا ذکر دانیال نبی کی کتاب ۸ باب ۴ میں ہے قرآن کریم نے ایک جگہ بیان فرمایا ہے اوراس میں کہا ہے جب وہ میدا اور فارس کا بادشاہ اپنے فتوحات کرتا ہوٗا بلاد شام کے مغرب کو پہنچا تو اس خاص زمین کے مغرب میں ایک جگہ ''سورج دلدل میں ڈوبتا'' ذوالقرنین کو معلوم ہوا۔ غالبًا جب ذوالقرنین بلیک سی وبحیرہ اسود یا ڈینیوب کے کنارے پہنچا تو اس وقت ذوالقرنین کو اس نظارہ کا موقع ملا۔

ہم نے مانا کہ سورج زمین سے بہت بڑا ہے لاکن چونکہ ہم سے بہت ہی دور ہے اس واسطے ہم کو چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اور زمین چونکہ کروی الشکل ہے اس واسطے غروب کے وقت ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے فلاں حصہ یا پہاڑ کے فلانے چوٹی کے پیچھے یا ناظر کے افق کے فلاں درخت کے پیچھے یا اگر ہمارے مغرب میں پانی اور دلدل ہو جیسے ذوالقرین کو موقع لگا تو ہم کو مغرب کے وقت سورج اس پانی اور دلدل میں غروب ہوتا ہوا معلوم دے گا۔

تیسرے سوال کا جواب

پہلا جواب۔ جن آیات کریمہ کا سائل نے حوالہ دیا ہے اوران سے استدلال کیا ہے کہ حضور ہادی اسلام سے کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ ان میں معجزہ کا لفظ بالکل موجود نہیں۔

پس آیات سے کیونکر ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام سے کوئی معجزہ سرزد نہ ہوا۔

دوسرا جواب۔ وہ کون لفظ ہے جس سے سائل کو ظاہر ہوا اور اُس نے کہا۔ (''اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا'') حالانکہ جو ترجمہ آیت کا سائل نے خود لکھا ہے اس میں بھی معجزے کا لفظ نہیں۔

تیسرا جواب۔ اگر آیت یا آیات کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خاتم الانبیا سرور اصفیا کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہیں ہوا تو سائل صاحب غور کریں اور خوب غور کریں کیونکہ سورہ عنکبوت اور سورۂ بنی اسرائیل سے جن کا حوالہ سائل نے دیا ہے معاملہ بالعکس نظر آتا ہے۔ دونوں سورتیں بتاکید معجزات کے وجود کو ثابت کرتی ہیں۔

اوّل سورۂ عنکبوت کی آیت نشان دادہ معترض کے پہلے یہ آیات ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (العنکبوت:۴۸) ایسے ہی ہم نے اتاری تجھ پر کتاب سمجھ والے اہل کتاب تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور مکہ والوں سے بھی کچھ اس پر ایمان لانے والے ہیں اور ہماری نشانیوں (معجزوں) کا کافروں کے سوا کوئی منکر نہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (العنکبوت:۴۹) تو اس وقت سے پہلے لکھا پڑھا نہیں تھا ایسی بات ہوتی تو یہ جھوٹے دھوکا کھاتے۔ کیا معنے اب دھوکے کے باعث منکر نہیں صرف ضد اور ہٹ اور عداوت ہے کے سبب سے منکر ہو رہے ہیں۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (العنکبوت:۵۰تا۵۲) بے ریب وہ

(قرآن) کھلی نشانیاں ہیں علم والوں کے لئے اور ہماری نشانیوں سے وہی منکر ہیں جو بڑے ظالم ہیں اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو اللہ پاس ہیں۔ وہی بھیجتا ہے اور میں نہ ماننے والوں کو کھلا ڈر سے خبر دینے والا ہوں۔ کیا اُن کو یہ نشانیاں کافی نہیں جو ہم نے اتاری تیری طرف کتاب پڑھی جاتی ان پر۔

منصف عیسائیو! اگر لفظ آیت جس کے معنے نشانی کے ہیں اور لفظ آیت کی جمع لفظ آیات کے معنے معجزے کے ہیں تو قرآن کریم بہت جگہ معجزہ کو ثابت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ محمدی معجزوں کے منکر جن کو آیہ کہا جاتا ہے کافر ہیں فاسق ہیں اور ظالم۔ غور کرو۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (البقرة : ۱۰۰) اور بے شک ضرور ہی بھیجیں ہم نے تیرے پاس کھلی نشانیاں اور اُن کا منکر کوئی نہیں مگر فاسق لوگ۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (العنكبوت:۵۰) بے ریب کھلے نشان ہیں علم والوں کے دلوں میں اور ہمارے نشانوں سے ظالموں کے سوا کوئی بھی منکر نہیں۔

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا

(بنی اسرائیل: ۹۸،۹۹) عرب کے منکروں کو سورۃ بنی اسرائیل میں حکم ہوتا ہے ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا جب بجھنے لگے اس کی آگ کو زیادہ تیز کریں گے یہ اس لئے کہ ان کو بدلہ ہے اس کفر کا جوانہوں نے ہمارے نشانوں سے کیا۔

یادداشت

ہم پہلے سوال کے جواب میں لکھ چکے ہیں قرآن کریم میں ہرگز ہرگز اختلاف نہیں۔ جب قرآن کریم نے بتادیا کہ محمد صلی اللہ علیہ کی صداقت پر ہم نے نشان بھیجے تو ایسا ہرگز ممکن نہ ہوگا

کہ قرآن میں یہ بھی لکھا کہ ہم نے نشان نبوت حضرت نبی عرب کو نہیں دیئے کیونکہ ایسا ماننے سے قرآن میں اختلاف ہو جائے گا اور قرآن میں اختلاف نہیں۔ علاوہ بریں کسی قرآنی آیت میں یوں نہیں آیا کہ ہم نے نشانات نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیئے۔ معجزوں کے انکار پر جن آیات سے سائل اور اس کے کسی ہم خیال عیسائی اور ان کے پیرو آریہ نے استدلال کیا ہے ان آیات پر مفصل گفتگو تصدیق براہین میں دیکھو اور بقدر ضرورت یہاں عرض ہے:۔

پہلے وہ آیت جس سے نبی عرب اور محسن تمام خلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکروں نے دھوکہ کھایا ہے اور جس کا ذکر بہت سننے میں آیا ہے یہ ہے:۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (بنی اسرائیل :۶۰)

اس آیت شریف سے منکرین نے یقین کیا ہے کہ حضرت نبی عرب پر معجزہ کا ظہور نہیں ہوا کیونکہ معنے اس آیت کے یہ سمجھے ہیں کہ پہلوں نے معجزات کو جھٹلایا۔ اس واسطے ہم معجزات کے بھیجنے سے رک گئے **مگر یہ ان کا خیال غلط ہے۔**

اوّل اس لئے کہ معجزات اور آیات کے وجود کا تذکرہ قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے اور محمد صاحب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات کے نہ ماننے والوں کو اس لئے کہ بداہت اور موجودہ چیز کے منکر ہیں ظالم اور فاسق اور کافر کہا ہے اور اِلَّا کا لفظ جو مَا مَنَعَنَآ والی آیت میں ہے عرب کی زبان میں جن کی بولی پر قرآن کریم ہے زائد بھی آتا ہے۔ دیکھو ذوالرمۃ کا یہ قول

حراجیح ماننفك الاّ مناخۃً علی الخف او نرمی بھا بلداً قفراً

میرے لمبے قد کی اونٹنی ذلیل بیٹھی رہتی ہے یا اس پر دور دراز کے بے آب و گیاہ میدانوں کا سفر کرتا ہوں۔ **دیکھو اس تحقیق پر۔** اُس آیت شریف کے معنی جس کو منکرین معجزہ پیش کرتے ہیں یہ ہوئے ''اور نہیں منع کیا ہم کو نشانوں کے بھیجنے سے پہلوں کی تکذیب نے'' کم سے کم یہ آیت انکار معجزہ پر صاف اور واضح دلیل نہ رہی کیونکہ اس آیت سے معجزہ کا ثبوت نکلتا ہے

نہ نفی ۔وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔اِنْ ھٰذَا اِلَّا بِتَائِیْدِ رُوْحِ الْقُدُسِ.

دوم اس لئے کہ اِلَّا ایک حرف ہے جس کے معنے واؤ عاطفہ بھی آتے ہیں۔دیکھو معانی اور نحو کی بڑی بڑی کتابیں اور ثبوت کے لئے دیکھو یہ آیت شریف:۔

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ (النمل :۱۲،۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے پاس میرے رسولوں اور انہیں خوف ہی نہیں جنہوں نے گناہ کرتے کرتے گناہوں کو چھوڑ دیا اور گناہوں کے جا بجا نیکی کرنے لگے۔امام اخفش، امام فراء، امام ابوعبیدائمہ لغت ونحو نے کہا ہے یہاں اِلَّا واؤ کے معنے پر آیا ہے ایسے ہی آیت شریف

لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ (البقرۃ :۱۵۱)

تو کہ نہ رہے تم پر عام لوگوں اور خاص کر بدکاروں کی کوئی حجت اور دلیل۔ پھر اس تحقیق پر منکرین کے پیش کردہ آیت یہ معنی ہوں گے:۔

اور نہیں منع کیا ہم کو آیات کے بھیجنے سے کسی چیز نے اور منکروں کی تکذیب نے۔اور یہ عطف خاص کا ہوگا عام پر۔

غور کرو منکروں کی تکذیب ہرگز ہرگز معجزات کے روکنے والے نہیں۔اگر ان کی تکذیب روکتی تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بڑے معجزات کا انکار کیا تھا پھر کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو معجزات عطا نہ کئے بلکہ منکر ہمیشہ انکار کرتے رہے اور معجزات بھی آتے رہے۔

وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وھٰذَا بِتَائِیْدِ رُوْحِ الْقُدُسِ. ۔

تیسرا اس لئے کہ ہم نے مان لیا یہاں اِلَّا کا لفظ زائد نہیں۔ عاطفہ بھی نہیں۔استثنا کے واسطے ہے۔اَلْاٰ یات کا الف اور لام عہد اور خصوصیت کے معنے دے گا یا عموم اور استغراق کے۔

پہلی صورت عہد اور خصوصیت کی اگر ہوگی تو آیت کے یہ معنے ہوں گے ’’اور نہیں منع کیا

ہم کوخاص آیات کے بھیجنے سے مگر پہلوں کی تکذیب نے''۔اس سے یہ نکلا کہ خاص آیات اورکوئی خاص معجزات نہ آویں گے۔اس سے عموم معجزات کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

دوسری صورت یعنی اگر الف اورلام سے عموم اوراستغراق لیاجاوے تو یہ معنی ہوں گے۔ ''کل آیات کے ارسال سے پہلوں کی تکذیب نے روکا''۔مگراس سے یہ نہیں نکلتا کہ کوئی بھی معجزہ نہیں بھیجیں گے۔

چہارم اس لئے کہ اس مَا مَنَعَنَآ والی آیت سے اتنا ہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کومعجزات کے بھیجنے سے تکذیب کے ماوراکسی چیز نے نہیں روکا اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی روک نہیں۔کہیں منکروں کی تکذیب سے باری تعالیٰ کو حجت بند کر دیتا ہے؟ ہمیشہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہوئی مگر وہ آتے رہے ہمیشہ معجزات پر تکذیب ہوا کی اور معجزات ہوا کئے۔

الٰہی طاقتیں اورقوتیں منکرین کی روک سے رکتی نہیں۔مَنَعَنَآ لفظ کے معنے ہیں روکا ہم کو۔ اس لفظ کے یہ معنی نہیں کہ ہم رک گئے۔ہاں اگرقرآن کریم میں یوں ہوتا۔ مَا امْتَنَعنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِـالْاٰ یَـاتِ اِلَّآ اَنْ کَـذَّبَ بِهَا الْاَ وَّ لُوْنَ جس کے معنی ہیں نہیں رکے ہم آیات اورنشانات کے بھیجنے سے مگراس لئے کہ پہلوں نے تکذیب کی۔تو البتہ منکرین معجزہ کی تقریر کچھ تھوڑی دورتک چل پڑتی مگرقرآن میں اِمْتَنَعنَا نہیں مَنَعَنَآ ہے جس کے معنی ہیں روکا ہم کو نہ یہ کہ نہ رکے ہم۔

غرض تکذیب نے روکا اور باری تعالیٰ نہ رکا۔روکنے کے ثبوت میں بفرض وتسلیم یہی آیت اورنہ روکنے کا ثبوت وہ آیات ہیں جن میں ثبوت آیات ہے وَالْـقُـرْاٰنُ مُتَشَابِهًا اَیْ یُصَدِّقُ بَعْضُه' بَعْضاً ۔قرآن کریم کی آیات متشابہ ہیں یعنی ایک آیت دوسری آیت کے مصدق ہوتی ہے نہ اس کے مخالف اورمکذب۔ هٰذَا اَیْضًا بِتَاْئِیْدِ رُوْحِ الْقُدُسِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

پنجم اس لئے کہ بعض وہ معجزات جن کو یہودی اور عیسائی اور اہل مکہ اہل کتاب کے سمجھانے اور بہکانے سے پوچھتے تھے جوحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئیوں اور بشارتوں کے

بالکل خلاف تھے۔ اور ایسے معجزات کومخالف لوگ اس واسطے طلب کرتے تھے کہ اگر یہ معجزات خلاف بشارات ظہور پذیر ہوئے تو ہم بشارات اورحضور کی ان پیش گوئیوں کے ذریعہ حضور پر اعتراض کریں گے جوانبیا نے کتب مقدسہ میں حضور کے حق میں کئے ہیں۔ اوراگرایسے معجزات بلحاظ ان بشارات کےہم کودکھائے نہ گئےتومعجزات کے نہ ہونے کاالزام قائم کردیں گےمثلاً حضور علیہ السلام کی نسبت ایک بشارت میں یہ آیا ہے کہ جوکلام اس نبی موعودپراترے گا وہ ایک دفعہ کتاب کے طور پرنازل نہ ہوگا بلکہ وہ کلام اس نبی موعودصلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں رکھا جائے گا کچھ یہاں اورکچھ وہاں۔غورکروکتب مقدسہ کی آیات ذیل:۔

ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اوراپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ استثنا ۱۸ باب ۱۸۔حکم پرحکم۔حکم پرحکم۔قانون پرقانون۔قانون پرقانون ہوتا جاتا۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی (عربی) کیسے ہونٹوں اوراجنبی زبان سے اس گروہ سے باتیں کرے گا۔یسعیا۔۲۸ باب ۹۔ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ اس نبی موعودکو جوکلام عطا ہوگا وہ اس نبی کے منہ میں ڈالا جاوے گا اور بتدریج نازل ہوگا۔کچھ یہاں کچھ وہاں یعنی کچھ مکہ میں اورکچھ مدینہ میں کچھ کہیں کچھ کہیں۔اب قرآن کریم کی طرف نگاہ کرواس میں ایک جگہ لکھا ہے۔کافرکہتے ہیں:۔

تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ

(بنی اسرائیل: ۹۴) تواے محمد چڑھ جا آسمان میں اورہم تیرے چڑھنے پرتجھے نہ مانیں گے جب تک اوپر سے ایسی کتاب نہ لاوے جس کوہم پڑھ لیں۔

اب بتلایئے اس طلب کا بجزاس کے کیا جواب ہوسکتا ہے کہ پاک ذات ہے میرا رب اس نے میرے لئے جوتجویز فرمادی وہ ناقص نہیں کہ اب اس تجویز کو بدلاوے اور میں توبشر رسول ہوں۔ بشررسول توہمیشہ وہی معجزات دکھاتے رہے جوان کی بشارت کے برخلاف نہ تھے

اور وہی نشان لائے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے مقرر فرمائے تھے۔

ششم اس لئے کہ معجزات کا ظہور اور انبیا کا فرمودہ کبھی بتدریج ظہور پذیر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ بشر اور رسول ہوتے ہیں وہ کوئی ایسی مخلوق نہیں ہوتے کہ خدائی ارادے کا خلاف چاہیں۔شریر لوگ ایسے موٗقت معجزات کو قبل از وقت چاہتے ہیں۔ چونکہ وہ معجزات وقت معین پر ظاہر ہونے والے اور مشروط بشرائط ہوتے ہیں اس لئے قبل از تحقق شرائط اور اس وقت معین کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان بنی اسرائیل سے جو فرعون کی سخت تکالیف اٹھا رہے تھے وعدہ ہوا کہ تم کو کنعان وغیرہ وغیرہ کا ملک عطا ہوگا دیکھو توریت۔ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی اور ان کی فریاد جو خراج کے محصولوں کے سبب سے ہے سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کے اچھی وسیع زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے لے جاؤں۔ کنعانیوں، حتّیوں، اموریوں، فرزیوں، حویوں، یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں خروج ۳ باب ۷۔۹۔

مگر دیکھو یہ وعدہ اس قوم کے حق میں پورا نہ ہوا جنہوں نے فرعون سے دکھ اٹھایا۔ دیکھو:

خداوند نے تمہاری باتیں سنیں اور غصہ ہوا اور قسم کھا کے یوں بولا کہ یقیناً ان شریر لوگوں میں ایک بھی اس اچھی زمین کو جس کے دینے کا وعدہ میں نے ان کے باپ دادوں سے قسم کھا کے کیا ہے نہ دیکھے گا مگر یفُنّہ کا بیٹا کالب اسے دیکھے گا استثنا۔ اباب ۳۵، ۳۶۔

ایسے ہی چند معجزات کفار مکہ نے طلب کئے ہیں جن کا ذکر ذیل میں ہے۔

۱۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (بنی اسرائیل:۹۱)

۲۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل:۹۲تا۹۴)

آیات مرقومہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کفار مکہ نے ایسے چھ معجزہ حضرت علیہ السلام سے طلب کئے جواُس وقت سردست منکروں کو دکھائے نہیں گئے۔ مگر غور کرو یہ معجزے کیوں طلب کئے گئے اور کیوں انکارفوری ظہور نہ ہوا۔

پہلا معجزہ جس کو کفار مکہ نے طلب کیا ہے کہ الارض یعنی اس خاص مکہ کی زمین میں چشمے چلیں۔

اور **دوسرا معجزہ**۔ جس کوانہوں نے مانگا یہ ہے کہ تیری کھجوروں اورانگوروں کے ایسے باغ ہوں جن میں نہریں چلتی ہوں۔

یہ دونوں معجزے اس واسطے طلب کئے گئے کہ کتب مقدسہ بضمن بشارات محمدیہ لکھا ہے ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا۔ اور دشت کے گیڈر اور شتر مرغ میری تعظیم کریں گے کہ تین بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ وے میرے لوگوں کو میرے برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا وے میری ستائش کریں گے یسعیا ۴۳ باب ۱۹۔۲۱ تک۔ اور دیکھو

کس نے یعقوب کو حوالہ کیا کہ غنیمت ہوویں اور اسرائیل کو کہ لٹیروں کے ہاتھ میں پڑے۔ کیا خداوند نے نہیں جس کے مخالف ہو کے انہوں نے گناہ کیا کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ اس کی راہ چلیں۔ یسعیا ۴۲ باب ۲۴۔ اور یسعیا کے ۲۱ باب میں عرب کی بابت الہامی کلام یوں ہیں۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو، روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ یسعیا ۲۱ باب ۱۳۔ اور پھر کہا ہے۔ مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ ان آیات سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بیابان اور صحرا میں چشمے جاری ہوں گے ندیاں

چلیں گی مگراس میں یہ لکھا ہے کہ برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں۔ دیکھو یسعیا۲۱ باب ۱۶،۱۷۔
بنی اسرائیل کے ایسے باغ عربوں کے ہاتھ ضرور آویں گے جن میں نہریں چلتی ہوں مگر بنی اسرائیل مکہ میں آباد نہیں۔ وہ زمانہ ہجرت کے بعد ہے جس میں یہ بشارت پوری ہوگئی۔
کفار اہل کتاب کے بہکائے پر دھوکہ دیتے ہیں مگر دیکھو نبوی معجزات اور محمدیہ کرامات کیسے زبردست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کے واسطے اس بیابان اور صحرا میں ندیاں چل گئیں نہ کفار کے لئے۔ دیکھو نہر زبیدہ مکہ میں اور بنی زرقا کی نہر مدینہ طیبہ میں برگزیدوں کے پینے کے واسطے موجود ہیں۔
بنوقُریظہ اور بنونُضیر کے مکانات برگزیدوں کے قبضہ میں آ چکے اور کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں حضور کیا حضور کے خادمان کے پاس وہاں موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے وعدوں سے (ملک کنعان وغیرہ کی حکومت سے وہ نسل اکثر محروم رہی) اور حضور کے بابرکات معجزوں سے آپ کی اکثر قوم وعدہ کو دیکھ چکی اور انشاء اللہ یقیناً حقیقی کنعان میں بھی پہنچ جائیں گے۔
تیسرا اور چوتھا معجزہ یہ کہ منکروں پر آسمان ٹوٹ پڑے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی افواج کفار کو تباہ کردے یہ دونوں معجزہ بھی جن کو کفار نے طلب کیا کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔ دیکھو
خدا سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ استثنا۳۳ باب۲۔
یہ پیشگوئی نہایت عمدگی سے اس دن پوری ہوئی جس دن حضور علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کو فتح فرمایا۔
غور کرو بخاری مطبع میرٹھ کا صفحہ ۶۱۳ اور بخاری مصری کا جلد۲ صفحہ ۵۰ حضور کے ساتھ اس دن دس ہزار ہاں ٹھیک دس ہزار قدوس اصحابی جن کے ساتھ ملائکہ تھے موجود تھا اور اس دن

مکہ کے کفار پرآ سمان ایسا ٹوٹ پڑا کہ وہاں ان کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

یادرہے ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے دیکھونامہ گلیتاں ۴باب ۲۵۔پس معنے ہوں گے ہاجرہ کی پشت سے۔اور فاران خود وادی حجاز کو کہتے ہیں اور شعیر میں دو دفعہ حضور بطور تجار تشریف لے گئے اور بدر کی لڑائی میں بھی ملائکہ کالشکراسلام کا گہرامددگار تھادیکھوقرآن سورہ ال عمران۔

پانچواں معجزہ کہ تیرا گھر بڑازینت والا ہو۔ یہ کتب مقدسہ سے لیا گیا۔تیرے پتھروں کو سرمہ لگاؤں گااور تیری بنیادنیلموں سے ڈالوں گا۔میں تیری فصیلوں کولعلوں سےاور تیرے پھاٹکوں میں چمکتے ہوئے جواہر سےاور تیرا سارااحاطہ بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا۔تیرے سب فرزند بھی خدا سے تعلیم پاویں گے۔یسعیاہ ۵۴باب۱۲،۱۳۔

اب اگر یہاں مراد حقیقت ہےتو سرمہ میں وہاں کے پتھروں کا لگنا حاجیوں کے سرمہ سے دیکھ لو وہاں کے کھرلوں میں تیار ہوتا ہےاوران کا حصہ سرمہ میں گھس کرشامل ہوتا ہےاور اس ایک صداقت سے یقین ہے جیسے مکاشفات یوحنا سے ظاہر ہے دیکھو مکاشفات ۲۱ باب ۱۱ باقی بھی پورا ہوگا۔جلدی نہ کرواوراگر عام زینت ہی لیں جیسےقرآن کے لفظ زخرف اورحزقیل کی ۱۶،۲۳باب سے ظاہر ہے۔تواب دیکھ لومکہ معظّمہ کس زینت سے سجایا گیا۔

اوراگر ہمارے حضور ہمارے ہادی کا گھر ہی لینا ہے جیسے لفظ بیتٌ لَکَ سے بظاہر معلوم ہوتا ہےتواب روضہ اطہرواقدس کا نظارہ کرلو!

کیف الوصول الی مدینة مصطفٰی شتان بین الھند و الزوراء اللھم ارزقنی شھادة فی بلد رسولک اٰمین .

چھٹے معجزہ کا بیان سابق کر چکا ہوں۔غور کرو کیسے یہ تمام معجزات پورے ہو گئے۔ **والحمد للہ رب العلمین.**

یادداشت عیسائی صاحبان اگرکسی امتحان اور معجزہ کا ظہور پذیر نہ ہونا نقص ہے تو

جواب دو جب کسی نے حضرت مسیح کو کہا۔

اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بن جاویں۔اس نے (مسیح نے) جواب میں کہا۔لکھا ہے انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔پھر شیطان اسے (مسیح کو) مقدس شہر میں اپنے ساتھ لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اسے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ کہا ہے کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو فرمائے گا۔اور وے تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے۔ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔یسوع نے اسے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔متی ۴ باب۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلّا رَسُوْلٌ

ابطال الوہیّت مسیح

مصنّفہ جناب حکیم الأُمّت مولانا مولوی نورالدین صاحب
مصنف کتاب فصل الخطاب وتصدیق براہین احمدیہ

و

رَدِّ تناسخ ورسالہ نورالدین وغیرہ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان میں باہتمام
حاجی حافظ حکیم فضل دین طبع ہوا۔
ماہ جولائی ۱۹۰۴ء
بادوم..................تعداد اشاعت ۴۰۰...............قیمت ۱/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم مع التسلیم

حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا ابطال

اس مضمون پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور مسیح کے انسان رسول ہونے پر دلائل بیان کئے ہیں۔

مگر قرآن نے نہایت ہی سیدھی اور صاف راہ اس مسئلہ میں اختیار فرمائی ہے اور کہا ہے۔

مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ وَ اُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ [1]

س ٦ س مائدہ ع ١٠۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے بھی رسول ہو گذرے ہیں اور اُس کی ما ایک نیک بخت عورت ہے دونوں کھانا کھایا کرتے۔ دیکھ ان لوگوں کے لئے ہم کیونکر سچے نشان کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھ کہاں بہکے جاتے ہیں۔

قرآن جو خالق فطرت کا کلام ہے انسان کو فطرت کے قانون پر توجہ دلاتا ہے۔ نہ کسی بھول بھلیاں فلسفیانہ اور منطقیانہ دقیق اور غیر قابل فہم دلیل سے بلکہ سنن الٰہیہ کے روزمرہ کے مشہودہ دلائل سے سادہ طبیعت کج فہم انسانوں کو جگاتا ہے کہ مسیح اک رسول مثل اگلے رسولوں کے تھے۔ اس کی ایک ما تھی۔ وہ کھانا کھایا کرتے اور یہ سہ گانہ امور ایسے ہیں جن سے کوئی عیسائی بھی انکار نہیں کرسکتا اور ظاہر ہے کہ یہ عوارض اور صفات ایسے ہیں جو نوع انسان کو ہی لاحق ہوا کرتے ہیں اور یہی عوارض اور صفات ہیں جو انسان کو حوائج اور ضروریات جسمانی کی تحصیل و تحصّل میں مبتلا کرتے ہیں اور یہی افتقار و نیاز اس کی مخلوق اور محتاج اور عبد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سچ ہے جو کھانے کا محتاج ہوا وہ ساری مخلوق کا محتاج ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہر احتیاج سے پاک اور ہر عیب سے مبرّا ہے۔ غرض ایک میں احتیاج ہے اور دوسرے میں غنیٰ۔ اور ظاہر ہے کہ صفات ولوازم کے اختلاف سے ملزوم وموصوف کا اختلاف سمجھا جاتا ہے۔ ہم پتھر کو نباتات سے علیحدہ پتھر کے

[1] المائدۃ: ٧٦

لوازمات وصفات سے یقین کرتے ہیں۔اور نباتات کو پتھر سے الگ اسکےلوازمات وصفات سے حضرت مسیح میں انسان ہونے کےلوازمات وصفات نے حضرت مسیح کوانسان ثابت کیااور رسالت کےلوازمات نے مثلاً مُویّد ومنصور ہونا، اعدا کا ناکام ہونے نے رسول۔اوراس امر نے کہ الوہیت کےلوازمات مثلاً غنیٰ۔خالق ہونا وغیرہ مسیح میں نہیں پائے جاتے اس واسطے وہ خدایا خدا کے بیٹے نہیں ہوسکتے۔ان بیانات سے حضرت مسیح کی انسانیت اورمخلوقیت تو صاف عیاں ہے۔مسیح کو یا خدا یا خدا کا بیٹا ماننے والو مسیح کی خدائی کہاں سے نکل پڑی۔اگر وہ ایک مخفی اورغیب الغیب راز ہے تو ایک خیال اور وہم سے بڑھ کر اس کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔کوئی زبردست اور بڑی قوی دلیل اس کے خدا بنانے میں درکار ہے کیونکہ مکلّف انسان ایک ایسے مسئلہ میں جو اصول ایمان اور نجات اُخروی سے تعلق رکھتا ہے کبھی مضبوط اور غیر مذبذب اعتقاد نہیں رکھ سکتا۔جب تک کسی روشن دلیل نے اس کے دل کو مطمئن نہ کردیا ہو۔اوراگر الوہیت مخفی اور ناگفتنی اسباب پرمبنی ہے تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میں بھی مجسّم خدا ہوں۔اور تمام دنیا کی بُت پرست قوموں نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے مقدس لوگ خدائے مجسّم تھے اور خدائے تعالیٰ نے باغراض مختلفہ جامۂ جسمانی پہنا۔جائے غور اور انصاف ہے کہ مسیح میں کونسی خصوصیت اور ترجیح ہمیں اس بات کے یقین کرنے پرمجبور کرتی ہے کہ مسیح تو خدائے مجسّم تھا اور باقی اوتاروں کے مرید اپنے دعویٰ میں صادق نہ تھے قرآن کہتا ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [1]

س ۱۱۔س یونس۔ع ۷۔انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔وہ پاک غنی ہے زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے ایسی باتوں کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔کیا اللہ پر باتیں بناتے ہو جن کا تم کو علم نہیں۔

مسیح علیہ السلام کو خدائے مجسّم ماننے والوں نے دو دعوے کیے ہیں۔اوّل یہ کہ مسیح خدا تھے اور دوم یہ کہ مسیح انسان تھے۔کیا معنی مسیح جامع الوہیت وانسانیت تھے۔مسیح کا انسان ہونا تو حسب نشان آیت اولیٰ وثانیہ امر مسلّم ہے کیونکہ مسیح بھی رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔اگر اُنہوں نے

[1] یونس: ۶۹

معجزے دکھائے تو اسی قسم کے نشانات حضرت موسیٰ اور ایلیا اور الیشع وغیرہ نے بھی دکھلائے مسیح کی ماں☆ تھی اور وہ دونوں کھاتے پیتے تھے۔

ہاں خدا ہونے کی دلیل چاہیے قرآن نے بھی کہا ہے تمہارے پاس کوئی دلیل مسیح کے خدا ہونے پر نہیں تو پھر کیوں مدعی الوہیت مسیح ہوئے ہو چنانچہ آیت بالا کے مضمون سے واضح ہے جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا ابطال کیا ہے ایسے ہی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابن اللہ، خدا کے بیٹا بنانے کے بُرے عقیدہ کو اس طرح باطل ٹھہراتا ہے اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ [1] س ۷ س انعام ع ۱۸۔ اس کے کہاں سے بیٹا ہوا اُس کا تو کوئی ساتھی نہیں اُس نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔ اور وہ کل چیزوں کو جاننے والا ہے۔ یہی تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں کل اشیا کا خالق ہے اس کی عبادت کرو اور وہ سب کا کارساز ہے۔ اسے آنکھیں نہیں پاسکتیں یا آنکھیں گھیر نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو پاتا یا ان کا احاطہ کرسکتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔ گویا قرآن کریم کہتا ہے مسیح ابن اللہ کن معنوں پر ہیں آیا عرفی اور حقیقی معنوں پر مسیح ولداللہ یا کسی اور معنوں پر۔ اگر عرفی اور حقیقی معنوں میں ہیں یہ تو صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں سیدہ مریم علیہا السلام کو خدا کی جورو اور اس کا ساتھی ماننا ضروری اور لازمی امر ہے۔ اور تمام عیسائی اور سارے عقلاء سیدہ صدیقہ مریمؑ کا اللہ تعالیٰ کا صاحبہ ہونا اعتقاد نہیں رکھتے اگر مجازی معنی ولداللہ، ابن اللہ کے لیتے ہو اور حقیقی اور عرفی معنی نہیں لیتے ہو تو مجازی معنی نہایت وسیع ہیں ولد اللہ کے معنی خدائے مجسم خدا کے ساتھ ذاتاً متحد ہستی تجویز کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں کیونکہ اگر یہ معنی لوگے اور مسیح کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہوگے تو ضرور

☆ ہر ایک شخص کی شہرت کبھی اُس کے نامی گرامی والد کے باعث ہوا کرتی ہے اور کبھی اُس کی والدہ ماجدہ کے باعث اور کبھی اُس کے ذاتی جوہروں کی وجہ سے۔ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی والدہ ماجدہ یروشلم میں بطور نذرانہ رکھی گئیں۔ وہاں اپنی خالہ زکریاؑ کی بی بی کے پاس پرورش پائی۔ تمام یہودی قوم ہر سال یروشلم میں آتی اور صدیقہ مریم علیہا السلام کو وہاں دیکھتی اس لئے اُن کی ان سے اچھی واقفیت تھی۔ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کو ابن مریم کہتی۔

[1] الانعام : ۱۰۲تا۱۰۴

ہوگا کہ مسیح ذات وصفات میں خدا ہو، خدا کے برابر اور صفت معبودیت اور صفت خلق اور علم وغیرہ میں جو انسانی جسم کے لحاظ سے نہیں خدا کے سے صفات رکھتا ہو مگر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں یہ صفات کاملہ خدا کی طرح موجود نہ تھیں۔ غور کرو!

پہلی صفت کاملہ صفات میں سے علم کامل ہے۔ یہ صفت بھی حضرت مسیح علیہ السلام میں پوری پوری موجود نہ تھی خود حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ ''مگر اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا، کوئی نہیں جانتا'' مرقس ۱۳ باب ۳۲ و متی ۲۴ باب ۳۶ و اعمال ۱ باب ۷۔ متی ۲۶ باب ۳۸۔

دوسری صفت معبود ہونا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے تھے۔ کیا معنی؟ عابد تھے معبود نہ تھے۔

تیسری صفت خَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ۔ مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں مگر انہیں کو جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا۔ متی ۲۰ باب ۲۳۔

چوتھی صفت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ مسیح ایسے ہی مشہود و محسوس صورت شکل والے انسان تھے جیسے اور انسان ہوتے ہیں البتہ ذرّہ حسین وجمیل نہ تھے۔ جس حالت میں یہ صفات کاملہ جو اکثر جسمیّت کے لحاظ سے نہیں ہوا کرتیں مسیح علیہ السلام میں نہ تھیں تو مسیح خدا کے بیٹے کیسے ہو سکیں گے۔

ایک نادان عیسائی مفسر نے جس کو خواہ مخواہ بدزبانی اور دھوکا دہی کی دھت ہے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یوحنا ۲۱ باب ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ مسیح سب کچھ جانتا تھا۔ الّا جہاں کہا، میں نہیں جانتا وہ اس لئے کہا کہ اسے اس موقعہ پر اظہار مطلوب نہ تھا مگر میں کہتا ہوں اگر اظہار مطلوب نہ تھا تو جھوٹھ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاف نہ فرمایا کہ یہ اس وقت اس امر کا اظہار کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ بلکہ ٹھیک بات یہ ہے کہ سب کچھ کا لفظ کتب مقدسہ کے محاورہ پر عموم محیط کے معنی نہیں دیتا۔ جیسا اظہار عیسوی کے صفحہ ۱۷۲۔ اور ۱۸۲ سے ظاہر ہے۔ پس یوحنا کا ۲۱ باب ۱۷ میں یہ کہنا کہ مسیح سب کچھ جانتا تھا اس امر کا مستلزم نہیں کہ محیط کے معنی رکھتا ہو۔ اظہار عیسوی میں

بجواب اس سال کے کہ کتاب اعداد کے ۳۱ باب ۷ میں لکھا ہے۔ انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی جیسے یہواہ نے موسیٰ سے فرمایا تھا۔ اوران کے سارے مردوں کو قتل کیا۔

اور قاضیوں کے ۶ باب اور ۲ باب میں ہے کہ تخمیناً دوسو برس بعد اس حادثہ کے مدیانیوں نے سات برس تک سب بنی اسرائیل کو مغلوب رکھا۔ پس ان دونوں میں بڑا تعارض ہے کیونکہ سب مدیانی مارے گئے تھے تو یہ قوت مدیانیوں میں کہاں سے آ گئی اور بجواب اس سوال کے کہ (خروج ۹ باب ۶ میں ہے) مصریوں کے سب مویشی مر گئے اور آیت ۲۰ میں ہے کہ فرعون کے نوکروں میں ہر ایک جو یہواہ کے کلام سے ڈرتا تھا اپنے نوکروں اور مویشیوں کو گھروں میں بھگا دیا۔ بھلا جب سب مویشی مصریوں کے مر گئے تو فرعون کے نوکروں کے لئے مویشی کہاں سے آ گئے؟

ان دونوں سوالات کے جواب میں پادری ٹھاکر داس نے اظہار عیسوی میں لکھا ہے کہ سب کچھ کا لفظ عموم محیط کے معنی نہیں دیتا۔ یعنی سب کچھ کے کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مدیانی بھی نہ رہا اور کوئی بھی مویشی باقی نہ رہا ہو بلکہ یہ معنی ہیں کہ اکثر مدیانی مارے گئے اور اکثر مویشی ہلاک ہوئے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ جواب درست ہے تو اسی طرح جہاں یوحنا ا باب ۳۔ اور متی ۱۱ باب ۲۷ نے کہا حضرت مسیح علیہ السلام سب کچھ جانتا تھا اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اکثر جانتے تھے عموم محیط کے معنی نہیں۔ ایسے ہی یوحنا ۱۰ باب ۸ میں ہے۔ سب جتنے مجھ سے پہلے آئے چور اور بٹمار تھے یہاں بھی سب کا لفظ عموم محیط کے معنی نہیں دیتا کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد حضرت ابراہیم اور حضرت ایوب علیہم الصلوٰۃ والسلام چور اور بٹ مار نہ تھے۔

ایک اور طرز جو نہایت قابل غور ہے کسی چیز کا کسی چیز سے ہونا تین طرح ہوسکتا ہے

اوّل:- خالق سے مخلوق کا ہونا کہ خالق نے اپنی کامل طاقت پوری قدرت سے ایک سے ایک چیز کو پیدا کر دیا۔

دوم:- ایک چیز کے دو یا کئی ٹکڑے ہو جاویں تو ہم کہہ دیں یہ ٹکڑے فلاں چیز سے پیدا ہو گئے۔

سوم:- کیمیاوی طور سے دو چیزوں کے میل سے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاوے۔ اب کسی

کے ولد اور ابن پر اگر ہم نگاہ کریں کہ دو کے میل سے تیسرا پیدا ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ قانون کے نظارہ میں بیٹے کا باپ سے پیدا ہونا یوں ہوا کرتا ہے کہ دو یعنی نر و مادہ باہم ملیں اور جنین بنے۔

اب اس تمہید کے بعد گزارش ہے۔ غور کرو قرآن کریم کس طرح حضرت مسیح وغیرہ بزرگان کو خدا کے بیٹا کہنے پر ملزم ٹھہراتا ہے۔ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ کیا معنی۔ نادانو! کسی کو خدا کا بیٹا ماننے والو! اگر یہ لوگ جن کو تم بیٹا کہتے ہو الٰہی مخلوق ہیں تو کوئی مقام بحث نہیں اور اگر خدا کے ٹکڑے ہیں تو اس کے تم قائل نہیں۔ توالد کا اعتقاد اور کسی کے بیٹا کہنے کا مدار تو قانون قدرت کے نظارہ میں اس بات پر موقوف ہے کہ دو چیزیں آپس میں ملیں اور اُن سے تیسری چیز پیدا ہو جاوے۔ تم نے صرف اللہ تعالیٰ سے بدوں اس کے صاحبہ ماننے کے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کیسے مان لیا۔

عیسائی مانتے ہیں کہ ازل سے اکیلے باپ سے حضرت مسیح ازلی بیٹا ہوا اور وہاں صاحبہ کوئی نہ تھی۔ بدوں دوسری چیز کے ایک چیز سے توالد نہیں ہوا کرتا خلق ہو سکتا ہے۔

ایک اور قرآنی دلیل ہے جو حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کو باطل کرتی ہے

وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حسب تسلیم اُن لوگوں کے جو کسی بزرگ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے اور جو چیز خالق ہو وہ باپ اور جو بیٹا ہوا اپنے باپ کی مخلوق نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ بیٹے کا ہونا طبعی امر ہے اور قدرت اور ارادہ سے باہر ہوا کرتا ہے اور خالق ہونا اختیار اور ارادہ کا مثبت ہے۔ جیسے عیسائی خود مانتے ہیں کہ بیٹا نجات کے واسطے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اس ارادہ سے نکالا کہ نجات ہو۔

ایک اور دلیل وَھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کسی بزرگ آدمی کو خدا کا بیٹا ماننے والے اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا عالم یقین کرتے ہیں۔ ایسا کامل علم اور ایسی محیط سمجھ چاہتی ہے کہ فاعل خالق بالا رادہ ہو کیونکہ شعور و علم ہی طبعی افعال اور خلق میں امتیاز بخش ہے۔ طبعی افعال میں شعور اور ارادہ نہیں ہوا کرتا ہے ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کر کے قرآن فرماتا ہے۔

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ وَ خَلَقَ

كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اورایک اور جگہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام اوران کے سوا کسی اور بزرگ کے بیٹا ہونے کو اللہ تعالیٰ اس طرح باطل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے اوراحتیاج سے پاک۔ اورکسی کا بیٹا ہونا اللہ تعالیٰ کے غنی اور بے پروائی کو باطل کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو ولد اس لئے ہوگا کہ وہ پاک ذات آپ کسی کام سے عاجز ہوگئی۔ مثلاً اپنے عدل کے لحاظ سے کسی کو نجات نہیں دے سکتا۔ اس واسطے اس کو ضرورت پڑی کہ جیسے عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ اس کا بیٹا ہو جو نجات دلا سکے یا بیٹا اس لئے کہ اسے شہوت مٹانے کی حاجت پڑی یا بیٹا اس لئے کہ اسے اپنا جانشین بنانے کی ضرورت پڑی اور بالکل ظاہر ہے کہ بیٹا باپ سے اصل میں مساوی ہوا کرتا ہے مگر چونکہ بیٹا بیٹا ہونے میں باپ کا محتاج ہے۔ پس اگر مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کے معاذ اللہ بیٹے ہوتے تو غنیٰ اور بے پروائی میں باپ کے مساوی ہوتے مگر بیٹا ہوکر احتیاج سے پاک نہیں ٹھہر سکتا پھر ذات باری تعالیٰ ترکیب سے پاک ہے کیونکہ مرکب ترکیب کرنے والے کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ جب مرکب نہ ہوا تو بیٹا اس سے کیوں کر علیحدہ ہوا۔ پھر بیٹا ہونا بعدیت کو چاہتا ہے اورازلی بیٹا ہونا بعدیت کے خلاف ہے۔

عیسائیوں نے جس قدر دلائل مسیح کی الوہیت اور تثلیث کے اثبات میں جوایک منشاء الوہیت مسیح ہے بیان کئے ہیں سب کے سب سادہ اعتقادی پر مبنی ہیں اس لئے ضعیف اور بیکار ہیں۔

میں بے عیب واحد خدا کی مدد سے ان دلائل کو بیان کرکے ان پر جرح کرتا ہوں۔ بڑے بڑے دلائل مسیح کی الوہیت پر اور تثلیث پر جو مسیح کی الوہیت کا ایک سرچشمہ ہے یہ ہیں۔

پہلی دلیل مسیح کی الوہیت پر تثلیث ہے۔ اب تثلیث کے دلائل اوران کا ابطال سنیے۔

پہلی دلیل ۔ توریت شریف کا پہلا جملہ۔ **برا الوہیم** ۔ برا فعل ہے۔ اس کے معنی پیدا کیا۔ الوہیم ۔ اس کا فاعل ہے۔ عیسائی مذہب کے لوگ اس جملہ سے تثلیث ثابت کرتے ہیں کیونکہ برا

فعل واحد اور الوہیم اس کا فاعل جمع ہے اور اس میں تثلیث کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

اس **دلیل پر جرح**۔ الوہیم نکلا ہے۔ اِلُو ہ سے اور اِلُو ہ معبود برحق اور معبود باطل دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اُلہیم جمع ہے اِلُو ہ کی۔ پس اس کے معنی معبود انِ باطل اور معبود انِ برحق کے ہوں گے اُلوہ کی جمع اُلہیم کا لفظ قاضیوں اور سرداروں اور فرشتوں اور بادشاہوں پر بھی بولا گیا ہے۔ جمع کے معنے اس میں لازمی اور ضروری نہیں۔ الوہ بمعنی معبود برحق۔ نحمیاہ۔ ۹ باب ۱۷۔ اِلُو ہ بمعنی معبود باطل۔ دانیال ۱۱ باب ۳۷ و ۳۸۔ ۲ تاریخ ۳۲۔ ۱۵۔ حبقوق۔ ۱۔ ۱۱۔ ایوب ۱۲۔ ۶۔ الوہیم جو اِلُو ہ کی جمع ہے۔ واحد حقیقی شخصی پر بھی بولا گیا ہے موسیٰ کو خروج ۷ باب ۱۔ اور خروج ۴ باب ۱۶ میں اُلہیم کہا گیا۔ خدا کہتا ہے میں نے تجھے اے موسیٰ فرعون کے لئے اُلہیم بنایا اور ہارون کے لئے الوہیم بنایا۔

الوہیم بمعنے جمع معبودانِ باطل کے واسطے۔ استثنا ۱۳۔ ۱۷، ۳۲۔ ۳۹، قضاۃ ۵۔ ۸، ۱۰۔ ۱۴۔ ۱ سلاطین ۹۔ ۲، ۲ سلاطین ۱۹۔ ۱۸، ۱ تاریخ ۵۔ ۲۵، ۲ تاریخ ۱۳۔ ۹، ۲۵۔ ۱۴، زبور ۹۷۔ ۷، زبور ۱۳۶۔ ۲، یرمیاہ ۲۵۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۶۔ ۲۰۔

الوہیم بمعنی بادشاہان و سرداران و قاضیان خروج ۲۲ باب ۲۸ آیت، استثنا ۱۰۔ ۱۷، زبور ۸۲۔ ۱، ۱۳۸، ۱ پیدائش ۶۔ ۲ و ۴، خروج ۲۱۔ ۶، ۲۲۔ ۸، ۲۲۔ ۹۔

الوہیم بمعنی فرشتہا ۱ سموئیل ۴۔ ۸، ۲۸۔ ۱۳، ۲ سموئیل ۷۔ ۱۳، زبور۔ ۸۲۔ ۶۔ ۸۔ ۵۔

الوہیم بمعنی خدا واحد حقیقی پیدائش ۱۔ ۱، ۱ سلاطین ۱۸۔ ۲۴۔ ۳۹۔

معبودان باطل اور بادشاہوں اور سرداروں اور قاضیوں اور فرشتوں پر اکثر بمعنی جمع آتا ہے اور کبھی بمعنی واحد اور معبود برحق پر ہمیشہ بمعنے واحد حقیقی آتا ہے۔ علاوہ بریں اگر اشارات ہی سے ثابت کرنا چاہتے ہو تو پہلے تثلیث کو اور دلائل سے ثابت کرلو پھر اشارات سے اس کی تقویت کرو۔ (تبیین)۔ صریح تثلیث کا اعتقاد کتب مقدسہ سابقہ میں نہیں۔ اگر ایسے ہی وہمی اشارات سے اس کا ماننا باعث نجات ہے جیسے خوش عقیدہ عیسائیوں کا خیال۔ تو عیسائی انصاف سے سنیں اور مسلمانوں کو نجات یافتہ یقین کریں۔

قرآن میں متعدد جگہ باری تعالیٰ کی ذات بابرکات کو بصیغہ جمع تعبیر فرمایا ہے دیکھو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1] س۱۴س حجر۔ ع۱۔ بے شک ہم ہی نے اس قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ [2] س۲۷۔س واقعہ ع۲۔ ہم ہی نے تم کو پیدا کیا پھر تم تصدیق نہیں کرتے نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ [3] س۲۷س واقعہ۔ ع۲۔ ہم ہی نے تم میں موت کو مقدر کیا اور ہم کو کوئی جیت نہیں سکتا۔

اور مسلمان قرآن کے تمام جملوں پر ایمان لائے ہیں۔ موسیٰ اور ابراہیم وغیرہ انبیاء اگر ایسے ہی مجمل **برا الوہیم** کے جملہ میں الوہیم کو جمع بولنے سے نجات پاگئے تو مسلمان باری تعالیٰ کی ذات واحد پر جمع کے کلمات بولنے سے کیوں نجات نہ پاویں گے۔ رہا تفصیلی ایمان۔ اوّل تو وہ عیسائیوں کو بھی حاصل نہیں کیونکہ وہ تثلیث اور الوہیت کے بھید کو سمجھنے کے لئے انسانی عقل کو قاصر خیال کرتے ہیں مسیح سے پہلوں کو کیونکر حاصل ہوگا۔

دوم کتب سابقہ میں تفصیل موجود نہیں۔ بعد تسلیم ان سب مراحل کے عیسائیوں کی خدمت میں عرض ہے مسیحی لوگو! نفس تثلیث یا جمع کے کلموں سے مسیح کی الوہیت کو کیا تعلق ہے۔

دوسری دلیل:- و یوم یهواه الوهیم بن ها آدم کا حد ممنو۔

ترجمہ:- کہا خدا نے ہوگیا آدم ہم میں سے ایک کی مانند۔ اس آیت سے تثلیث ثابت ہوئی

جواب:- اس ترجمہ میں **کاحد** کا ترجمہ ایک عام تراجم کے طور پر کیا گیا ورنہ اس کا ترجمہ حقیقت میں یکہ ہے۔ ایوب ۲۳۔۱۳۔ غزل الغزلات ۷۔۹۔ اور ممنو کا لفظ مرکب ہے من اور ھو سے۔ ترکیب کے وقت عِبری زبان میں جیسے عربی میں نون وقایہ ہوتا ہے ایک نون لاتے ہیں اس لئے من ھو ،من نھو ہوگیا اور عِبری میں ہا اور نون بدل جاتے ہیں اس لئے من ھو، من نھو بن کر من ننو ہوگیا۔ تین نون جمع ہونے سے پہلا نون میم سے بدل گیا اور باقی دونو۔ ہاں دونو نون ایک دوسرے میں مدغم ہوئے۔ تحقیقات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صیغہ غائب کا ہوا نہ متکلم مع الغیر کا جیسا عیسائیوں نے خیال کیا ہے۔ پس ممنو کا ترجمہ ہوگیا۔ اس میں سے نہ ہم میں سے۔

---

[1] الحجر: ۱۰ [2] الواقعة: ۵۸ [3] الواقعة: ۶۱

دیکھو ممنو غائب کا صیغہ۔ پیدائش ۲۔۱۷۔ و۳۔۳۔۱۱۔۱۷۔۲۲۔و۲۳۔۶۔و۲۶۔۱۶۔۴۸۔۱۹۔احبار ۲۔۱۱۔و۳۔۱۴۔و۴۔۱۹و۵۔۲۔۳۔۴ و۶۔۸و۷۔۳۔۱۴۔۱۵۔۱۶۔۱۸۔و۸۔۱۱و۱۵۔۱۶۔خروج ۱۔۹ و۴۔۲۶ و ۵۔ ۸ و۱۰۔۲۶ و۱۲۔۹ ۔۱۰۔و۱۴۔۱۲ پس اس آیت کا ترجمہ ٹھیک طور پر یہ ہوا۔ ہوگیا آدم یکہ ان میں سے۔ کیا مطلب آدم حیوانات سے ممتاز ہوکر یکتا ہوگیا۔ **رِبّـی شَـمْـعُـوْن** لکھتا ہے کہ خدا نے کہا دیکھو وہ یکتا ہے نیچے والوں سے جیسا میں یکتا ہوں اوپر والوں میں سے۔(ت)

تیسری دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کے خدایا خدا کا بیٹا ہونے پر

ابن اللہ کا لفظ ہے جو حضرت مسیح کے حق میں الٰہی الہام میں بولا گیا۔ عیسائی کہتے ہیں جو ابن اللہ ہوگا وہ باپ سے ذات میں ضرور متحد ہوگا۔

جواب:- ذیل کے محاورات سے صاف صاف ظاہر ہے کہ ابن اور ابن اللہ کا لفظ توریت اور انجیل اور دونوں کے ضمیموں میں نہایت ہی وسیع معنے رکھتا ہے۔ لفظ ابن کے محاورات دیکھنے ہوں تو دیکھو۔ متی ۲۳ باب ۳۷ یہودی یروشلم کے بیٹے ہیں لوقا ۱۹ باب ۴۴۔ یہود یروشلم کے لڑکے ہیں لوقا ۲۰ باب ۳۶۔ لوگ قیامۃ کے بیٹے ہیں۔ تسنیقیون☆ ۵ باب ۵ تم نور کے بیٹے دن کے پتر ہو یوحنا ۸ باب ۴۴۔ بُرے شیطان کے بیٹے ہو یوحنا ۱۷ باب ۱۲۔ ہلاکت کے فرزند۔ متی ۲۳ باب ۲۳ یہودی سانپ کے بچے ہیں۔ جس طرح ان مقامات میں ابن کا لفظ صرف خاص تعلق اور مناسبت کے واسطے بولا گیا اسی طرح ابن اللہ کا لفظ کیوں نہیں لیا جاتا۔

اب ہم اُن محاورات کو لکھتے ہیں ہیں جن میں ابن اللہ کا خاص کلمہ وسیع ہاں نہایت ہی وسیع معنوں میں مقدسہ کتب نے لیا ہے۔

۱۔ آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے لوقا ۳ باب ۳۸۔

۲۔ شیث علیہ السلام خدا کے بیٹے پیدائش ۶ باب ۲۔

۳۔ اسرائیل علیہ السلام خدا کے بیٹے خروج ۴ باب ۲۲۔

۴۔ افرائیم خدا کا پہلوٹھا بیٹا یرمیاہ ۳۱ باب ۹ و ۲۰۔ ان کے لئے خدا کی انتڑیاں مروڑی گئیں۔

☆ سہو کتابت ہے درست ’’ تسلنیقیون ‘‘ ہے۔(ناشر)

۵۔داؤد علیہ السلام خدا کے بڑے بیٹے۔زبور ۸۹۔۲۶ و ۲۷۔

۶۔سلیمان علیہ السلام خدا کے بیٹے۔ا تاریخ ۲۲ باب ۹ و ۱۰ و ۲۸ باب ۲۶۔

۷۔قاضی مفتی خدا کے بیٹے زبور ۸۲۔۶۔

۸۔تمام بنی اسرائیل خدا کے بیٹے۔رومی ۹ باب ۴۔استثنا ۱۴ باب ا،۳۲ باب ۱۹۔

۹۔تمام حواری خدا کے بیٹے۔ا یوحنا ۳ باب ۲۔

۱۰۔سب عیسائی خدا کے بیٹے بلکہ سب مومن۔ا یوحنا ۳ باب ۹۔

۱۱۔سب یتیم خدا کے بیٹے۔زبور ۶۸۔۵۔

۱۲۔سب خاص و عام خدا کے بیٹے۔متی ۶ باب ۶ و ۱۸ و ۷ باب ۱۱۔و پیدائش ۶ باب ۴۔

۱۳۔اشراف خدا کے بیٹے۔پیدائش ۶ باب ۲۔

۱۴۔بدکار لڑکے۔یسعیاہ ۳۰ باب ا۔

ان تمام مقامات میں ابن اللہ کا کلمہ یا صلحا اور نیک لوگوں پر بولا گیا ہے یا اُن لوگوں پر جن کے لئے سامان تربیت دنیا میں کم ہیں یا اشرافوں اور رؤسا پر یا ساری مخلوق پر اور ان تمام جگہوں میں جتنے ابناء اللہ ہیں وہ سب کے سب صرف مخلوق ہی ہیں ان میں کوئی بھی خدائے مجسم نہیں خالص ابن انسان ہیں۔یا صرف انسان☆۔ان میں خدا کوئی بھی نہیں۔پس بموجب ان محاورات کے اگر مسیح ابن اللہ بھی صرف انسان ہی ہوں۔خدا نہ ہوں تو ہم کو کونسی کلام مجبور کرتی ہے کہ ہم مسیح کو تو ابن اللہ بمعنی خدائے مجسم کہیں اور اور لوگوں پر لفظ ابن اللہ کا اطلاق صرف انسان یا ابن انسان پر یقین کریں۔کوئی ابن اللہ کا محاورہ خدائے مجسم کے لئے یقینی نہیں ثابت ہوا اور حضرت مسیح کا ابن انسان ہونا محاورات ذیل سے ثابت ہے۔

متی ا باب ا۔یسوع ابن داؤد بن ابراہیم۔

☆ ہاں ایوب ا باب ۶ اور ۲ باب ا کی تفسیر میں انگریزی مفسر طامس اسکاٹ نے لکھا ہے کہ نبی اللہ یعنی خدا کے بیٹے جو اس میں لکھے ہیں ان سے مراد پاک فرشتے اور دوسری جگہ ایوب ۳۸ باب ۷ میں جو نبی اللہ یعنی خدا کے بیٹے لکھے ہیں ان سے مراد انبیاء مفسرین سمجھتے ہیں یہ حاشیہ خاکسار نے سید گلاب شاہ کی خاطر لکھا ہے کہ ان کو فصل الخطاب کے اس فقرہ سے تمام انبیاء خدا کے بیٹے، ملائکہ خدا کے بیٹے ایوب ا باب ۶ و ۲ باب ا و ۳۸ باب ۷ کے حوالہ سے لکھے تھے۔تحریر ہوا۔نورالدین

متی ۸ باب ۲۰۔ ابن آدم، مسیح ہیں۔

متی ۹ باب ۶۔ ابن آدم انسان ہیں۔

متی ۱۶ باب ۱۳۔ میں جو ابن آدم انسان ہوں کون ہوں

متی ۱۱ باب ۱۹۔ انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا۔

اور وے کہتے ہیں۔ دیکھو کھاؤ اور شرابی خراج گیروں اور گنہگاروں کا دوست متی ۱۳ باب ۵۵۔ بڑھی کا بیٹا۔ ایسا ہے اور انا جیل میں مسیح کا ابن انسان ہونا ثابت ہے اور عیسائی لوگ بھی مسیح کے ابن انسان ہونے سے منکر نہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ابن انسان حقیقت میں وہی خدا تھا۔ جب اس نے جسم اختیار کیا تو وہی ابن اللہ کہلایا۔ اس تفصیل سے اس قدر تو واضح ہو گیا کہ مسیح پر ابن اللہ بولنے سے ابن کے حقیقی معنے مقصود نہیں کیونکہ ابن کے حقیقی معنوں میں لازم آتا ہے کہ مسیح خدا کے نطفہ سے ہو اور مریم صدیقہ خدا کی جورو بنیں۔ الاّ یہ معنی بالکل صحیح نہیں صاف صاف غلط ہیں۔ نہ تو عیسائی مریم کو جورو مانتے ہیں نہ مسلمان بلکہ کوئی عقل والا اس امر کو جائز نہیں کرتا اس واسطے ابن اللہ کے حقیقی معنے اور اس کا عرفی مفہوم مراد نہ ہوگا بلکہ اس کلمہ ابن اللہ کی کوئی اور معنی اور اس کا کوئی اور مفہوم اس عرفی اور حقیقی معنے کے ماورائے ہوگا۔

مرقس ۱۵ باب ۳۹ مسیح کو ابن اللہ لکھتا ہے اور لوقا اسی آیت کے بدلے ۲۳ باب ۴۷ مسیح کو بار اور نیک اور صالح لکھتا ہے یعنی بجائے ابن اللہ بار بولتا ہے۔ پس ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاں مسیح نے اپنی نسبت ابن اللہ کہا وہاں بمعنی بار لیا ہے خدائے مجسم نہیں لیا۔ کیا دلیل ہے جس کے باعث ہم مجبور ہو کر کہہ دیں مسیح ابن اللہ کے لفظ سے مراد خدائے مجسم ہے؟ بلکہ لفظ ابن اللہ سے نیکی اور الوہیت کا کیا ذکر ہے۔ عام ایمان دار کے معنے لینے بھی ضروری نہیں اس لئے کہ بدکار بھی خدا کے بیٹے ہیں۔ یسعیاہ ۳۰ باب ۱۔ غرض ابن اللہ کے لفظ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح خدائے مجسم تھے مزید توضیح کے لئے لکھتا ہوں۔ آیات ذیل پر غور کی نگاہ کرو۔

یوحنا کا پہلا خط ۳ باب ۱۔ دیکھو کیسی محبت باپ نے ہم سے کی ہے کہ ہم خدا کے فرزند کہلاویں۔ اے پیارو ہم خدا کے فرزند ہیں اور ہنوز ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے پر ہم

جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو ہم اس کی مانند ہوں گے۔اور **یوحنا** ۴ باب ۷ میں کہا ہے۔ ہر ایک جو محبت رکھتا ہے سو خدا سے پیدا ہوا ہے۔اور **یوحنا** کے پہلے خط ۳ باب ۹ میں ہے۔ ہر ایک جو خدا سے پیدا ہوا ہے گناہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تخم اس میں رہتا ہے اور وہ گناہ کر نہیں سکتا کیونکہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔اسی سے خدا کے فرزند اور شیطان کے فرزند ظاہر ہیں۔ طیطس جو عام ایمان کی رو سے میرا فرزند حقیقی ہے۔ طیطس ۱ باب ۴۔ پیدائش ۶ باب ۳ خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں سے جو خوبصورت تھیں حسب پسند جوروئیں بنائیں۔ان آیات صدر میں غور کرو کہیں ابن اللہ خدائے مجسم کے معنے دیتا ہے۔نہیں نہیں۔

چوتھی دلیل وہ معجزات اور کرشمے ہیں جو حضرت مسیح نے دکھلائے۔مگر معجزات اور کرشموں سے بھی الوہیت مسیح کا اثبات صحیح نہیں کیونکہ معجزات مسیح میں بڑا اور عمدہ اور اعلیٰ درجہ کا اعجاز مُردوں کا زندہ کرنا۔ اِلّا اس میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں جس سے اس کی الوہیت ثابت ہو۔ ایلیا نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ ۱ سلاطین ۱۷ باب ۲۲۔ الیسع نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ ۲ سلاطین ۴ باب ۳۵۔ الیسع مردہ کی لاش نے بھی مردہ کو زندہ کیا۔ ۲ سلاطین ۱۲ باب ۲۱۔ حزقیل نے ہزاروں پُرانے مردوں کو زندہ کیا۔ حزقیل ۳۷ باب ۱۰۔ موسیٰ اور ہارون نے لکڑی کا سانپ بنایا۔ خروج ۷ باب ۱۰۔ موسیٰ اور ہارون نے گرد و غبار کو جاندار جوئیں بنایا خروج ۸ باب ۱۷۔ یہ سب لوگ چونکہ اسرائیلی ہیں پس حسب محاورہ وتصدیق خروج ۴ باب ۲۲۔ استثناء ۱۴ باب ۱و۲، ۳۲ باب ۱۹۔

خدا کے بیٹے بلکہ پہلوٹھے ہیں اور انہوں نے مردوں کو بھی زندہ کیا پس چاہئے کہ یہ لوگ بھی بدوں خصوصیت مسیح مجسم خدا ہوں۔ جس حالت میں یہ لوگ ابن اللہ بمعنے خدائے مجسم نہ ہوئے باوجودیکہ انہوں نے مردوں کو بھی زندہ کیا پھر مسیح علیہ السلام کیونکر خدائے مجسم مانے گئے۔

دوسرا معجزہ۔ بیماروں کو اچھا کرنا۔مگر الیسع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑھی تھے اچھا کیا۔ ۲ سلاطین ۵ باب ۱۴۔ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔ پیدائش ۴۶ باب ۴ و ۳۰۔

تیسرا معجزہ۔تھوڑے سے کھانے کو اور شراب کو زیادہ کر دکھلانا۔ ایلیا نے مٹھی بھر آٹے کو اور تھوڑے تیل کو بڑھا دیا کہ وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا۔ ۱ سلاطین ۱۷ باب ۱۲ سے ۱۶

تک۔الیسع نے بھی تیل کو برکت سے بڑھایا۔۲ سلاطین۴ باب۲۔۶۔

چوتھا معجزہ۔ بدوں کشتی دریا پر چلنا۔مگر یادرہے موسیٰ نے سمندر کو ایسا لٹھ مارا کہ وہ پھٹ گیا اور ایسا وہ سیال پانی الگ الگ کھڑا رہ گیا کہ ہزاروں بنی اسرائیل خشک سمندر سے پار ہو گئے اور فرعون کو داخل ہوتے دبالیا۔خروج ۱۴ باب ۲۱ و ۲۲۔ یوشع نے یردن کو پایاب ہی نہیں کیا بلکہ سکھلا دیا۔ یوشع ۳ باب ۱۷۔ ایلیا الیسع نے بھی دریا کو دوٹکڑے کر دیا۔۲ سلاطین۲ باب ۸ سے ۱۵ تک بلکہ حضرت مسیح نے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا۔اوران سے بڑے کام کرے گا۔اورفرمایا جو ایمان لائے ان کے علامات معجزات ہوں گے۔ بلکہ عیسائیوں میں اگر رائی برابر بھی ایمان ہوتو مسیح سے زیادہ معجزے کر سکتے ہیں۔جب مومن ایمان کے وسیلہ مسیح سے بھی بڑے بڑے کام کرسکتا ہےتو حضرت مسیح ان معجزات کے باعث کیونکر مجسم خدا ہوسکتے ہیں معجزات تو صرف ایمان سے بلکہ رائی کے برابر ایمان سے بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔خدا بننے یا صاحب معجزات کو خدا بنانے کی ضرورت نہیں۔ پادری صاحبان! حضرت مسیح نے فرمایا جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیح بھی کرامتیں دکھلائیں گے۔جس حالت میں جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیح کرشمے اور عجائب وغرائب معجزات دکھا سکتے ہیں تو حضرت مسیح ان عجائبات اور تمام تماشوں سے کیونکر یقیناً خدا ہو گئے۔

غور سے سنو۔ پادری صاحبان۔انجیلی مذاق پر انجیل سے کوئی معجزہ مسیح سے ثابت نہیں کیونکہ معجزات میں **پہلا معجزہ مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا ہے**۔انجیلی محاورہ میں مُردہ کا زندہ ہونا اگر تامل وفکر سے دیکھا جاوےتو کوئی بات مافوق العادت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ لوقا ۱۰ باب ۲۷ میں ہے۔خدا کو سارے دل ساری جان سارے زور سے ساری سمجھ سے پیار کر اور پڑوسی کو، جیسا اپنے ساتھ تو تُو جیے گا۔لوقا ۱۵ باب ۲۳۔ایک شخص کا بیٹا باپ سے علیحدہ ہو گیا اور دور چلا گیا جب نادم ہو کے واپس آیا باپ نے خوشی کی اور کہا یہ مرگیا تھا اب جیا ہے یعنی کھو گیا تھا۔اب ملا ہے۔رومی کا خط ۶ باب ۱۰ وہ جو مؤا سو گناہ کی نسبت ایک بار موا پھر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے۔اقرنتی ۱۵ باب ۳۱ پولوس کہتا ہے میں ہر روز مرتا ہوں۔ یوحنا ۸ باب ۵۲ اور ۶ باب ۴۷۔اگر

کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے تو وہ ابد تک موت ہرگز نہ دیکھے گا۔ لوقا ۴ باب ۴۔ انسان روٹی سے نہیں خدا کی بات سے جیتا ہے۔ آیات مذکورۃ الصدر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مردہ ہونا انجیل میں گنہگار رہونے اور الگ ہونے پر بولا جاتا ہے پس کیا ممکن نہیں کہ ہم کہہ دیں جن کو مسیح نے زندہ کیا ان کو اپنی پاک تعلیم سے نیک بنایا۔ اور وہ جو الگ ہوگئے تھے ان کو ساتھ ملایا۔ اور ایسے استعارہ آمیز اور تخیلی زبان سب الہامی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

دوسرا معجزہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ یوحنا ۹ باب ۳۹ وے جو نہیں دیکھتے ہیں اور جو دیکھتے ہیں اندھے ہو جاویں۔ یہاں بھی اندھا ہونا اور دیکھنا کیسے حقیقی معنوں میں بولا گیا ہے اور اس سے روحانی بصارت اور اعمٰی مراد ہے۔

تیسرا کھانا بڑھانا۔ اِلاَّ کھانا بھی انجیلی محاورہ میں کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ **یوحنا** ۴ باب ۳۴۔ یسوع نے کہا میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی بجالاؤں۔ **یوحنا** ۶ باب ۴۸ تا ۵۱۔ مسیح کہتا ہے۔ زندگی کی روٹی میں ہوں تمہارے باپ دادوں نے بیابان میں من کھایا اور مر گئے۔ روٹی جو آسمان سے اُتری ہے وہ ہے کہ کوئی آدمی ایسی کھاوے تو نہ مرے۔ میں ہوں وہ جیتی روٹی جو آسمان سے اُتری اگر کوئی شخص اس روٹی کو کھائے تو ابد تک جیتا رہے اور روٹی جو میں دوں گا۔ وہ میرا گوشت جو میں جہان کی زندگی کے لئے دوں گا۔

پانی کا محاورہ بھی قابل غور ہے۔ **یوحنا** ۴ باب ۱۱۔ مسیح ایک عورت کو فرماتے ہیں اگر تو مجھ سے پانی مانگے تو میں جیتا پانی دیتا۔ **یوحنا** ۷ باب ۳۷۔ اگر کوئی پیاسا ہو مجھ پاس آوے اور پیئے جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اس کے بدن سے جیسے کتاب کہتی ہے جیتے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی۔

نہر اور دریا کا محاورہ۔ **یرمیاہ** ۲ باب ۱۳۔ انہوں نے مجھ جیتے پانی کو چھوڑ دیا۔ **یرمیاہ** ۱۷ باب ۱۳۔ انہوں نے خدا کو جو آب حیات کا سوتا ہے ترک کیا۔

پانچویں دلیل الوہیت مسیح پر۔ یوحنا ۸ باب ۲۳ ''تم نیچے سے ہو میں اوپر سے ہوں تم اس جہان کے ہو میں اس جہان کا نہیں''۔ اور اوپر سے خدا ہی ہے۔

جواب:۔ مسیح کی اس میں خصوصیت نہیں ہر ایک نیک اور صالح تارک الدنیا اوپر سے ہے

اور نیچے سے دنیا کے طالب اور اہل دنیا اور بدکار ہیں۔ دیکھو۔ **یوحنا ۱۵ باب ۱۹**۔ اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا اپنوں کو پیار کرتی۔ لاکن اس لئے کہ تم دنیا کے نہیں۔ **یوحنا ۱۷ باب ۱۴**۔ اس لئے کہ جیسے میں دنیا کا نہیں وے بھی دنیا کے نہیں۔

چھٹی دلیل مسیح کی الوہیت پر۔ میں اور باپ دونوں ایک ہیں۔ **یوحنا ۱۰ باب ۳۰**۔ جب باپ سے اتحاد ہوا تو مسیح ذات میں خدا سے متحد ہوا۔ اس لئے ذات میں خدا ہوا۔

جواب:- مطلق وحدت عیسائیوں کے نزدیک بھی صحیح نہیں کیونکہ باپ اور بیٹا اور روح القدس تینوں الگ الگ بھی ہیں پھر اس وحدت میں جو **یوحنا ۱۰ باب ۳۰** میں مذکور ہے مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ **یوحنا ۱۷ باب ۲۱** میں حواریوں اور ان لوگوں کے لئے جو ان کی کلام سے مسیح پر ایمان لاویں گے مسیح خدا کے آگے عرض کرتا ہے۔ کہ وے سب ایک ہوویں۔ جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور وے بھی ہم میں ایک ہوں اور یوحنا ۱۷ باب ۱۱ میں ہے اے قدوس باپ اپنے ہی نام سے انہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا حفاظت سے رکھ تا کہ وے ہماری طرح ایک ہو جاویں۔ اور **یوحنا** کے پہلے خط ۱ باب ۵ خدا نور ہے اور اس میں تاریکی نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ ہم اس کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں اور تاریکی میں چلتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور سچ پر عمل نہیں کرتے۔ پر اگر ہم نور میں چلیں جس طرح وہ نور میں ہے تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں۔ اور انجیل **یوحنا ۱۰ باب ۳۴** یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا۔ کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے۔ کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اگر میں باپ کے کام نہیں کرتا تو مجھ پر ایمان مت لاؤ۔ اور یوحنا ۱۲ باب ۴۴ میں یسوع نے پکار کے کہا کہ وہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے مجھ پر نہیں بلکہ اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے۔ ان تمام آیات میں غور کرو جس وحدت اور اتحاد کے باعث عیسائیوں نے مسیح کو خدا کہا ہے ایسے وحدت مسیح کے سوا اور ایمانداروں میں بھی موجود ہے گو مسیح میں بہ نسبت عام عیسائیوں اور حواریوں کے یہ اتحاد اعلیٰ درجہ کا ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ وحدت اور یکتائی صرف فرمانبرداری کی وجہ سے ہے نہ

حقیقی اتحاد سے ۔خود پولوس رسول کی کلام سے یہ بات ظاہر ہے ۔اقرنتی ۶ باب ۱۵ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بدن مسیح کے اعضا ہیں ۔پس کیا میں مسیح کے اعضا لے کر کسی کے اعضا بناؤں ۔ایسا نہ ہووے ۔کیا تم کو خبر نہیں کہ جو کوئی کسی سے صحبت کرتا ہے سو اُس سے ایک تن ہوا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ایسے دونوں ایک تن ہوں گے ۔ پر وہ جو خداوند سے ملا ہوا ہے سو اس کے ساتھ ایک روح ہوا ہے ۔

ساتویں دلیل مسیح کی الوہیت پر:- یوحنا ۱۴ باب ۹ ۔جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا کیونکہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ۔

جواب:- پادری صاحبان ! اس میں بھی حضرت مسیح کی خصوصیت نہیں کیونکہ اسی ۱۴ باب ۲۰ میں ہے ۔اس روز تم جانو گے کہ میں باپ میں اور تم مجھ میں اور میں تم میں ۔آیت **۲۰** سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جیسے مسیح عیسائیوں میں اور عیسائی مسیح میں ہیں ایسے ہی مسیح خدا میں اور خدا مسیح میں تھا ۔علاوہ بریں جن آیات سے عیسائیوں نے استدلال کیا ہے ان سے بظاہر ظرف کا مظروف ہونا اور اسی مظروف کا اسی ظرف کے لئے ظرف ہونا ثابت ہوتا ہے اور عیسائی مذہب کے عقائد پر مسیح میں خدا اور جسم کے درمیان ظرف اور مظروف والا نسبت یا حلول والے علاقہ نہیں ۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ مسیح دنیا میں جسم کے لحاظ سے دیکھا گیا نہ روح کے لحاظ سے اور جسم کے اعتبار سے خدا دنیا میں یا آخرت میں نہیں دیکھا جاتا ۔پس مسیح کا یہ فرمانا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا اپنے ظاہری معنوں سے صحیح نہ ہوگا ۔

چوتھا جواب یوحنا ۱۷ باب ۲۱ میں لکھا ہے جو شخص ایمان لاوے وہ بھی مسیح اور خداوند میں ایک ہے پس چاہیئے کہ مطابق اس کے ہر ایک عیسائی مسیح کی طرح خدائے مجسّم ہو ۔

پانچواں جواب ۲ قرنتی ۶ باب ۱۶ کہ تم زندہ خدا کی ہیکل ہو چنانچہ خدا نے کہا میں اُن میں رہوں گا اور ان میں چلوں گا ۔ پادری صاحبان ! غور کرو ۔ پولوس کے سارے مخاطب خدا کے ہیکل ہیں اور خدا ان میں ہے ۔ پس چاہے وہ سارے خدائے مجسم ہوں ۔ پادری صاحبان ! بات یہ ہے ۔ جو شخص کسی اپنے سے اعلیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے مثلاً کسی کا نوکر یا ایلچی یا شاگرد یا چیلا یا رشتہ دار یا دوست ہوتا ہے تو اس نوکر ایلچی شاگرد چیلا رشتہ دار دوست کی تعظیم یا تحقیر یا محبت اس کے

آقا یا استاد یا معزز رشتہ دار یا دوست کی طرف منسوب ہوگی اور یہی انجیلی محاورہ بھی ہے۔ دیکھو متی ۱۰ باب ۴۰ جو کوئی تم کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وہ اسے قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا۔ اور لوقا ۹ باب ۴۸ میں ہے جو کوئی اس لڑکی کو میرے نام پر قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے اسے قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا۔ اور لوقا ۱۰ باب ۱۶ جو تمہاری سنتا ہے میری سنتا ہے اور جو کوئی تم کو رذیل جانتا ہے مجھے رذیل جانتا ہے اور جو کوئی مجھے رذیل جانتا ہے رذیل جانتا ہے اُسے جس نے مجھے بھیجا۔ متی ۲۵ باب ۳۵۔ میں بھوکھا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں اُتارا۔ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ میں قید تھا تم میرے پاس آئے۔ یوحنا کا پہلا خط ۳ باب ۲۴ آیت نے صاف صاف ایسی شبہ انداز آیتوں کو خوب حل کیا اور مسیح کو خدا کہنے یا سمجھنے والوں کی اصلاح کی جہاں کہا۔ جو اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے یہ اس میں اور وہ اس میں رہتا ہے۔ اور اس سے جو اس نے ہمیں دی ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ ہم میں رہتا ہے اور یوحنا کا پہلا خط ۴ باب ۱۳ میں ہے ہم اس میں رہتے ہیں اور وہ ہم میں۔

آٹھویں دلیل مسیح کی الوہیت پر ان کا بے باپ ہونا۔ یہ دلیل نہایت کمزور ہے اور ہرگز مدعا کے مثبت نہیں۔ کیونکہ آدم حسب نسب نامہ لوقا خدا کے بیٹے ہیں اور وہ جسمانی باپ نہیں رکھتے تھے اور حوا بھی بقول عام یہود اور عیسائیوں کے بے ما اور بے باپ پیدا ہوئی گو ہڈی اور گوشت کا محاورہ حسب کتب مقدسہ جیسا کہ پیدائش ۲۹ باب ۱۴ میں ہے کہ لابن نے یعقوب کو کہا۔ تو میری ہڈی اور گوشت ہے اور دیکھو۔ پیدائش ۲ باب ۲۳۔ قاضی ۹ باب ۲۔ ۲ سموئیل۔ اور ملک صدق حسب نامہ عبرانیاں ۷ باب ۳ بے باپ اور ما کے پیدا ہوئے۔ اگر مسیح بے باپ پیدا ہونے سے خدائے مجسم ٹھہرتے ہیں تو لازم ہے کہ آدم اور حوا اور ملک صدق سب کے سب خدائے مجسم ہوں۔ خاکسار نے دیکھا ہے کہ بعض جگہ نہایت نادان عیسائیوں نے یہاں تک غلو اور غلطی کھائی ہے کہ اُس قرآن مجید سے جس کی صدہا آیتوں میں حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ ہائے افسوس اُسی قرآن مجید سے حضرت مسیح علیہ السلام کے اللہ اور خدا

ہونے کو ثابت کرنے بیٹھے ہیں۔قرآن مجید کی ان آیات میں سے جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا ابطال وانکار کیا گیا ہے یہ تین آیتیں سن رکھو۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ [1]۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ [2]۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ [3]۔ہاں ان عجیب وغریب دماغ والے عیسائیوں نے قرآن کریم کی آیات ذیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر استدلال کیا ہے۔**پہلی آیت** وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا [4] سورۃ تحریم آیت نمبر۱۲۔

دوسری آیت اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ [5] سورۃ النساء نمبر۱۷۱۔ع۲۲۔پ۔

عیسائیوں کا ثبوت ان آیات میں حسب تسلیم اہل اسلام کے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی روح فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی روح اللہ تعالیٰ سے کم نہیں بلکہ عین خدا ہے۔

الجواب:- عیسائیو! اگر ایسے دلائل سے کام چلانا ہے تو پھر یوں کہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی خدا ہیں (معاذ اللہ) کیونکہ قرآن مجید نے حضرت جبرائیلؑ کی نسبت بھی اسی طرح روحنا (ہماری روح) کا کلمہ بولا ہے جس طرح سوال کی پہلی آیت میں حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی نسبت روحنا فرمایا۔غور کرو اس آیت پر فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا [6] س۱۶۔س مریم رکوع۲۔پس بنالیا مریم نے اپنے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ تو بھیج دیا ہم نے (اللہ فرماتا ہے) اسی کی طرف اپنے روح کو تب بن گئی وہ روح ہمارا مریم کے سامنے پورے آدمی کی شکل پر۔اگر اس میں کسی کو وہم پڑے کہ یہاں بھی حضرت مسیح مراد ہیں تو اس کے ساتھ کی اور دو آیتیں پڑھ لے۔ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا [7] س۱۶۔س مریم۔ع۲۔ تب کہا مریم نے میں الرحمٰن کی حمایت چاہتی ہوں تیرے

---

[1] المائدہ: ۱۸ [2] المائدہ: ۷۳ [3] المائدہ: ۷۶ [4] التحریم: ۱۳
[5] النساء: ۱۷۲ [6] مریم: ۱۸ [7] مریم: ۱۹،۲۰

مقابلہ میں اگر تو خدا کا خوف کرنے والا ہو۔کہا (اُسے خدا کی روح جبرائیل نے) میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اوراس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک اچھا بچہ دے جاؤں (اس کی بشارت سے مراد ہے) بلکہ چاہئے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی سانس بھی جس کی نسبت خدانے روحی فرمایا ہے خدا ہو۔ فَاِذَاسَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ [1] س۱۴۔س حجر ع۴۔ پس جب میں اسے (آدم کو) ٹھیک درست کردوں اوراس میں اپنی روح (سانس) پھونک دوں تو اس کے لئے گر پڑو سجدہ کرتے۔ بلکہ سب آدمیوں کی ارواح خدا ہوں۔کیونکہ قرآن مجید میں نسل آدم کی نسبت آیا ہے کہ ان کی روح خدا کی روح ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ [2] س۳۲س السجدۃ رکوع۱۔ پھر بنائی اولاد آدم کی ایسے خلاصہ سے جو سیال اور کمزور ہے پھر ٹھیک درست کیا اور پھونک دی اس میں ایک روح جو اللہ کی طرف سے آئی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی کلام کسی شخص کے منہ سے کسی کو سنانے کے واسطے نکلتا ہے تو اس وقت ایک شخص اس کلام کا سنانے والا ہوا کرتا ہے اور دوسرا اُس کلام کا سننے والا بولنے والا اپنے کلام کے ایک معنی رکھتا ہے اور اُس کلام میں اس کی ایک معہود غرض ہے۔وہ اسی معنے اور غرض کے واسطے اُس کلام کو بولتا ہے مگر سننے والا غالباً اُس کلام کے معنی اور مطلب کو ایسے مذاق واعتقاد پر ڈھالا کرتا ہے جو معنی متکلم کے مذاق اور مشن کے مناسب نہیں ہوا کرتے۔اسی واسطے بولنے والے کو اپنے کلام کے معنی بتانے پڑتے ہیں یا لائق اور منصف سننے والوں کو اس متکلم کا مشن اور طرز ملحوظ رکھ کر متکلّم کے کلام کے معنے کرنا چاہیے۔مثلاً جب سیّدنا نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا لفظ **لاالہ الّاالـلّٰہ** یا **بسم اللّٰہ** میں بولا تو اللہ تعالیٰ نے ہی جس کے الہام سے آپ نے یہ کلمہ توحید کا لوگوں کو سنایا پھر آپ کو اپنے پاک الہام سے آگاہ فرمایا کہ تیرے مخاطب عیسائی ہیں جو مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں یا عرب کے مشرک جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔اللہ کے لفظ سے یقیناً وہ ایسا اللہ سمجھیں گے جو کہ باپ ہو بیٹا ہو بیٹیاں رکھتا ہو یا تیرے مخاطب مجوسی ہوں گے جن کا یہ اعتقاد ہے کہ خداوند یزداں کا ایک دوسرا جوڑی بھی ہے جو کہ شر کا خالق ہے اور جسے اہرمن کہتے ہیں

[1] الحجر : ۳۰ [2] السجدۃ : ۹،۱۰

اور یزداں ایسا ہے جس کے ماتحت ہزاروں ربّ النوع آسمانی روشن ستارے کام کرتے ہیں تو کہہ دے کہ میری مراد اللہ کے لفظ سے وہ چیز نہیں جسے تم اللہ کہتے ہو بلکہ اور چیز ہے۔ جیسے فرمایا
قُلْ☆ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ [1]
سورۂ اخلاص۔ **ناظرین!** ایسا ہی روح کا لفظ تھا اس لفظ کو جب عیسائیوں نے سنا تو لگے اپنے مذاق واعتقاد پر اس کے معنے بنانے۔ مگر ان کو مناسب تھا کہ قرآن کے مذاق اور مشن کو دیکھتے اور اسی کے مطابق و مذاق پر قرآن میں روح کے معنے کرتے۔ اگر ان سے اتنا نہ ہوسکا تو کم سے کم وہ اتنا تو کرتے کہ عربی زبان کے مطابق قرآنی لفظ روح کے معنے لیتے۔ کیونکہ قرآن کریم عربی میں نازل ہوا۔ پس ہم ان کو بتاتے ہیں کہ قرآنی لفظ روح قرآن میں کن کن معنوں پر بولا گیا ہے اور پھر بتاویں گے کہ عربی زبان میں اس لفظ کے اور کیا معنے ہیں۔ اس بیان سے بہتوں کو حیرت ہوگی کہ روح کی تحقیق میں لوگ کیسے کیسے غلطی میں پڑے ہیں اور بات کیسی صاف ہے۔

سنو! اوّل روح کا لفظ کلام الٰہی پر بولا گیا ہے اور اسی واسطے قرآن مجید کو روح کہا ہے۔ ثبوت وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ [2] س ۲۵ س شوریٰ۔ ع ۵۔ اور اسی طرح وحی کی ہم نے تیری طرف ایک روح (قرآن) اپنے حکم سے۔ تجھے کیا خبر تھی کہ کتاب اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ (۲) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ [3] س نحل رکوع نمبرا پ نمبر۱۴۔ اُتارتا ہے فرشتے روح (کلام الٰہی) کے ساتھ اپنے حکم سے اس پر جس پر اپنے بندوں سے چاہتا ہے اور اس کلام میں حکم دیتا ہے کہ ان مشرکوں کو سنا دو کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں جو کاملہ صفات سے موصوف اور برائیوں سے منزہ ہو اور فرمانبرداری کا

☆ او مخاطب! تو کہہ دے! اصل بات تو یہ ہے کہ خود بخود ہستی جس کا نام اللہ ہے پوجنے کے لائق فرمانبرداری کا مستحق وہ ایک ہے اپنی ذات میں یکتا صفات میں بے ہمتا ترکیب وتعدد سے پاک وہ اصل مطلب مقصود بالذات بھروسہ کے قابل ہر کمال میں بڑھا ہوا جس کے اندر نہ کچھ جاوے کہ کھانے پینے کا محتاج بنے نہ اس کے اندر سے کچھ نکلے کہ کسی کا باپ بنے پھر نہ وہ کسی کا باپ اور نہ بیٹا اس کے وجود میں اس کی بقا میں اس کی صفات میں اس کی ذات میں کوئی اُس کا ہمتا اُس کا جوڑی نہیں۔

[1] الاخلاص: ۲تا۵ [2] الشوریٰ: ۵۳ [3] بنی اسرائیل: ۸۶

مستحق۔پس اس کے فرمانبردار بنے رہو۔(۳) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا [۱] سورۃ بنی اسرائیل ع ۱۰ پ۱۵۔لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ قرآن کیا چیز ہے۔تُو کہہ دے قرآن روح ہے تیرے رب کی طرف سے اورتم لوگ تو کم علم ہو(کہ ایسی صریح بات نہیں سمجھتے) دوسرا محاورہ روح، جبرائیل کو کہا ہے کیونکہ وہ کلام الٰہی کے لانے والے ہیں جیسے فرمایا(۱) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ [۲] سورۃ شعراء ع۱۱ پ۱۹۔روح الامین(جبرائیل)اس قرآن کو تیرے دل پر لایا ہے تا کہ تو نافرمانوں کو ان کی نافرمانی پر ڈرانے والا ہو۔(۲) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا [۳] سورہ مریم ع ۳ پ۱۶۔پس بنالیا مریم نے اپنے اورلوگوں کے درمیان ایک پردہ۔تو بھیج دیا ہم نے (اللہ فرماتا ہے) اس کی طرف اپنا روح تب بن گیا وہ روح ہمارا مریم کے سامنے پورے آدمی کی شکل پر۔تب مریم نے کہا میں الرحمٰن سے تیرے مقابلہ میں حمایت چاہتی ہوں۔اگر تو ہو خدا کا خوف کرنے والا۔(اسے خدا کی روح جبرائیل فرشتہ نے کہا) میں تو صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لئے آیا کہ تجھے ایک اچھا بچہ دے جاؤں۔(یہ فرشتہ بشارت دینے کو آیا تھا) قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ [۴] سورہ نحل ع۱۳ پ۱۴۔تُو کہہ دے (اس قرآن کو) روح القدس (جبرائیل) تیرے رب کی طرف سے آہستہ آہستہ لایا ہے اور یہ قرآن کامل راستبازی کے ساتھ ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ کلام الٰہی کے لانے والے اور کلام الٰہی بندوں کو سمجھانے والے تھے ان کو بھی روح فرمایا جیسے فرمایا: وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ [۵]۔اور مسیح الٰہی کلمہ ہے (اس پاک کلام الٰہی اور بشارت خداوندی کا ظہور ہے جو جبرائیل لائے تھے) جو پہنچا مریم کی طرف اور اسی کی طرف سے وہ روح ہے۔

انسانی سانس کو بھی قرآن کریم نے روح فرمایا ہے جیسے کہا ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ [۶]۔ پھر بنائی اولاد آدم کی ایک ایسے

---

[۱] النحل :۳ [۲] الشعراء :۱۹۴،۱۹۵ [۳] مریم :۱۸تا۲۰ [۴] النحل :۱۰۳ [۵] النساء :۱۷۲
[۶] السجدة :۹،۱۰

خلاصہ سے جو سیال اور کمزور ہے۔ پھر ٹھیک درست کیا اس کو اور پھونک دی اس میں ایک روح جو اللہ کی طرف سے آئی اور فرمایا۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ[1] س سجدہ ع ۱۔ پس جب ٹھیک درست کردوں میں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح تو اس کے لئے گر پڑیو سجدہ کرتے۔

عرب کی زبان میں بھی اسی نفس اور سانس کو روح کہا گیا۔ دیکھو ذو الرُّمّة عرب کے قدیم شاعر کا قول ہے۔

فَقُلْتُ لَهُ ارْفَعْهَا اِلَيْكَ وَ اَحْيِهَا بِرُوْحِكَ وَاجْعَلْهُ لَهَا قِيْتَةً قِدْرًا

پس میں نے اسے کہہ دیا (اپنے ساتھ والے کو کہا) اس آگ کو اپنے مُنہ کی طرف اُٹھا لے۔ اور اسے روشن و زندہ کر اپنی پھونک سے اور اپنی پھونک کو اس آگ کی واسطے لکڑیاں بنا ہانڈی کی خاطر۔ تاج العروس شرح قاموس اللغة میں یہ شعر ذو الرُّمّة کا موجود ہے۔ دیکھو مادہ، روح اور اسی روح کے معنے کلام الٰہی وغیرہ وغیرہ لکھ کر کہا ہے سمعت ابا الهيثم يقول الروح انما هو النفس الذى يتنفسه الانسان وهو جار فى جميع الجسد فاذا خرج لم يتنفس بعد خروجه فاذا تم خروجه بقى بصرهٔ شاخصًا. نحوه حتى يغمض وهو بالفارسية جَان يذكر (ويؤنث) انتهٰى. میں نے ابوالہیثم سے سنا فرماتے تھے روح تو آدمی کی سانس ہی ہے اور وہ تمام بدن میں چلتی ہے اور جب نکل جاوے تو آدمی سانس نہیں لے سکتا اور جب پوری نکل جاوے تو آنکھیں اسی طرف کھلی رہ جاتی ہیں جب تک بند نہ کی جاویں اسی کو فارسی زبان میں جان کہتے ہیں۔ مذکر کا لفظ ہے (اور مؤنث بھی بولا جاتا ہے)۔ غالبًا الروح عام جاندار کو اسی واسطے کہا ہے جہاں کہا ہے لا تتخذوا شيئًا فيه الروح غرضًا ☆ بلکہ مقدسہ کتب میں بھی روح وسیع معنی رکھتا ہے۔ ہاں الٰہی روح مقدسہ کتب میں وسیع معنی رکھتا ہے۔ چند ایسے معنی سنو جو اس مقام کے مناسب ہیں۔

اس ہوا کے معنے جو پانی پر چلتی ہے۔ ''زمین ویران اور سنسان تھی اور گہرایوں کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی'' پیدائش ۱ باب ۲۔ اس سانس کے معنی جس

---

[1] الحجر : ۳۰ ☆ بعض احادیث میں آیا ہے جاندار چیز کو نشانہ مت بنایا کرو۔

سے آدمی زندہ ہوتا ہے۔ ’’جب میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تم کو تمہاری قبروں سے نکالوں گا تب تم جانو گے کہ خداوند میں ہوں۔ جب میں اپنی روح تم میں رکھوں گا اور تم جیو گے۔‘‘ حزقیل ۳۷ باب ۱۴۔ **کلام الٰہی کے معنے** ۔ خداوند کی روح اس دن سے ہمیشہ داؤد پر اُترتی رہی۔ ا سموئیل ۱۶ باب ۱۳ بلکہ بُری روحوں کو بھی خدا کی روح کہا ہے۔ جیسے لکھا ہے پر خداوند کی روح ساؤل پر سے چلی گئی اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح اسے ستانے لگی۔ اسموئیل ۱۶ باب ۱۴۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے یا یوں کہیے کہ قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی روح فرمایا۔ سو جیسے بیان ہو چکا اتنے امر سے حضرت مسیح کا خدا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور قرآن مجید نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور انسانی سانس کو بھی اپنی روح فرمایا ہے۔ بات یہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق ہے۔ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس کے خاص بندے اور اس کے کلام کے پہنچانے والے تھے اس واسطے ان کو اپنی روح فرمایا۔ ایسی اضافتیں ہر زبان میں عزت کے لئے ہوا کرتی ہیں جیسے حضرت صالح کی اونٹنی کو قرآن کریم نَاقَةُ اللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی فرماتا ہے اور اچھے بندوں کو عباد اللہ یعنی اپنے بندے فرماتا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر جس قدر دلائل میں نے سُنے ہیں ان سب سے تعجب انگیز وہ دلیل ہے جو قرآنی لفظ كَـلِمَةٌ سے عیسائیوں نے ماخذ کی ہے۔ عیسائی کہتے ہیں جب حضرت مسیح علیہ السلام خدا کا کلمہ ہوئے تو خدا ہی ہوئے۔

الجواب:- اگر قرآنی محاورہ سے کسی چیز کا كـلـمة الـلّٰـه ہونا اس چیز کے خدا ہونے کی دلیل ہے تو تمام کلمات الٰہیہ کو چاہئے کہ خدا ہوں مثلاً قرآن مجید میں وارد ہے وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ [1] اور ضرور پہلے ہو چکی بات ہماری ہمارے رسول بندوں کی نسبت۔ اب اس کی تفسیر سُنیے کہ وہ کلمہ کیسا ہے اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ [2]۔ بے ریب (وہی اللہ کے رسول) ضرور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے مدد دیئے گئے ہیں اور بے ریب ہمارا ہی لشکر (رسول اور ان کے سچے اتباع) ضرور وہی غالب ہیں اور فرمایا وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ [3]

---

[1] الصّٰفّٰت: ۱۷۲ [2] الصّٰفّٰت: ۱۷۳، ۱۷۴ [3] الانعام: ۱۱۵، ۱۱۶

پ۲۳ ع ۹ ۔اور وہ جن کو دی ہم نے کتاب وہ جانتے ہیں بے شک یہ قرآن تیرے رب کی طرف سے اُتارا گیا۔کامل صداقت اور حکمت کے ساتھ پس نہ ہوگا تو اومخاطب یا نہ ہوجیوتو اومخاطب متردد اور پورا ہے کلام تیرے رب کا سچائی اور انصاف میں کوئی بھی نہیں جو اس کے کلاموں کو بدلا وے اور وہ سنتا جانتا ہے اور فرمایا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا ۔اور زیر کردیا اللہ تعالٰی نے کافروں کی بات کو اور زبردست اور پکی ہیں اللہ کی باتیں۔کتب عہد عتیق وجدید میں بھی کلمة الله کے معنے کلام خدا اور حکم خدا آئے ہیں۔ سنو! بكلمة الرب ثبت السمٰوٰت وبروح فيه جميع جنودها زبور۳۳۔٦۔خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور اُن کے سارے لشکر اُس کے منہ کے دم سے۔ فلما كانَ في تلك الليلة حلّت كلمة الله على ناثان النبى☆ اخبارالایام کی پہلی کتاب ۱۷باب۳۔اُسی رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ خداوند کا کلام ناثان نبی کو پہنچا۔حلت كلمة الرب علٰى يوحنا بن ذكريا فى البرية. لوقا۳ باب۲۔خدا کا کلام بیابان میں یحیٰی زکریا کے بیٹے کو پہنچا ترجمہ ۴۰ و ۴۴۔اسی طرح کے بہت محاورات کتب سابقہ میں موجود ہیں اگر کوئی چیز كلمة الله ہونے سے عین اللہ ہوسکتی ہے تو تمام وہ تامہ جملے جو انبیا علیہم السلام اور ان کے پاک اتباع کو مکالمہ الٰہیہ اور مخاطبہ ربّانیہ سے پہنچے چاہئے کہ وہ سب خدا ہوں۔اعاذنا اللہ اصل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت آپ کی والدہ صدیقہ مریم علیہا السلام کو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی نے بشارت کا کلمہ اور آپ کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی یا اس لئے کہ آپ خاص حکم الٰہی سے صدیقہ مریم کو عطا ہوئے آپ کو کلمہ فرمایا۔اب ہم اس گفتگو کو ایک قرآنی رکوع کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ. فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ. وَاَمَّا الَّذِيْنَ

☆ درہماں شب چنان اتفاق افتاد کہ کلام خداوند بہ ناثان نبی رسید

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ . ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ . اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ . اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ . اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ . فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِالْمُفْسِدِیْنَ . قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ [1] جب کہا اللہ نے او عیسیٰ! بے شک میں تجھے پورا اجر دینے والا یا مارنے والا ہوں اور اپنی طرف بلند کرنے والا اور ان منکروں سے پاک وصاف کرنے والا ہوں۔ اور کرتا رہوں گا تیرے اتباع کو تیرے منکروں کے اوپر قیامت تک پھر او اتباع کا دعویٰ کرنے والو! تم سب کا مقدمہ میرے پیش ہوگا اور میں حکم کروں گا اور تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا اس مسئلہ میں جس میں تم کو باہم اختلاف ہے۔

تفسیر:- مسیح علیہ السلام کے اتباع کے مدعی یا اہل اسلام ہیں یا عیسائی اور آپ کے منکروں میں اوّل درجہ کے منکر یہود ہیں جن کا اصلی ملک کنعان ہے اور جن کا کعبہ یروشلم۔ دوم درجہ پر آپ کے منکر مجوسی اور تیسرے درجہ پر مجوس الہند۔ اعلیٰ اتباع اعلیٰ منکروں پر حکمراں اور ادنیٰ درجہ کے اتباع ادنیٰ منکروں پر حکمراں ہو رہے ہیں۔ لاکن تیرے منکروں کو تو سخت عذاب دوں گا دنیا اور آخرت میں اور کوئی سلطنت اُن کی حامی نہ ہوگی بلکہ اُن کا کوئی حامی نہ ہوگا۔ اور مومن اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے پس ان کو پورا اجر ملے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ پڑھتے ہیں تجھ پر تیری نبوت کے نشانوں سے اور تذکرہ ہے حکمت والا۔ اب اللہ وہ فیصلہ دیتا ہے جس کا اتباع کے

[1] ال عمران : ٥٦ تا ٦٥

باہم اختلاف میں وعدہ فرمایا تھا عیسیٰ آدمی کی طرح ہے۔آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو دوسرے تیسرے تولّد نئی زندگی نبوت کے واسطے منتخب فرمایا اور وہ ایسے ہی ہو گئے۔ یہ ٹھیک دلیل یا بات ہے تیرے رب کی طرف سے (کہ حضرت مسیح میں بشریت سے بڑھ کر کوئی بات نہ تھی۔معجزے،عجائبات،عمدہ تعلیم، یہ باتیں انبیا میں ہوا کرتیں ہیں حالانکہ وہ بشر ہوا کرتے ہیں) پھر کبھی نہ ہوگا تو اومخاطب یا کبھی نہ رہیو شک کرنے والا۔اوراگر کوئی نادان اس دلیل کے بعد پھر بھی حجتیں کرے تو ایسے احمقوں سے یوں مقابلہ چاہئے کہ اُن سے مباہلہ کرلو اور کہو آؤ بلائیں اولادیں اپنی اور تمہاری اولاداور عورتیں تمہاری اوراپنی اوراپنے آدمی اور تمہارے پھر عاجزی سے دعا مانگیں کہ الٰہی لعنت ہو جھوٹوں پر۔ بے ریب یہ صاف اور عمدہ ٹھیک بیان ہے۔اور اللہ کے سوا کوئی بھی فرمانبرداری کا مستحق نہیں اور اللہ وہی غالب ہے حکمتوں والا۔ پھر اگر اس پر پیٹھ دیں تو جان لو اللہ ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے تو کہہ دے او کتاب والو آؤ ایسی بات کی طرف کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے فرمانبردار نہ بنیے اور شریک نہ کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے بعض ہمارا بعض کو ربّ کہ خدا کی طرح اس کی فرمانبرداری اپنے ذمہ واجب جانے۔اگر اس مسلّم الطرفین بات کو بھی نہ مانو تو کہہ دو گواہ رہو ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں مسلمان ہیں۔

ایک ضروری اور عجیب یادداشت

عام اور مسلّم قاعدہ ہے کہ جس قدر کسی اثر کے قبول کرنے والی چیز کو کسی طاقتور اور اثر کرنے والی چیز سے تعلق اور اتحاد ہو جاتا ہے۔اسی قدر متاثر اور اثر کے لینے والی چیز مؤثر اور اثر کرنے والی چیز کے الوان، اوصاف سے متلوّن اور موصوف ہو جاتی ہے۔کون نہیں جانتا کہ لوہا جب تیز آگ میں ڈالا جاتا ہے تو آگ کے آثار اور اوصاف سے متاثر نہیں ہو جاتا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر لوہے کو اس وقت گویائی کی طاقت عطا ہو جاوے تو کہہ دے اَنَا النَّارُ (میں آگ ہوں)۔ یا کسی منصف اور عادل حاکم کا دیانت دار اور اپنی نوکری میں چست و چالاک نوکر گورنر کے وقت اپنی

گورنمنٹ کا ظلّی طور کا نمونہ ہوتا۔ مجھے تو یقین ہے کہ ایسے ماتحت کی حکم عدولی اور اس کی بغاوت اس کی گورنمنٹ کی حکم عدولی ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کی مقدس اور ہمہ طاقت جناب میں اگر کسی انسان کو تعلق اور اللہ تعالیٰ کی پاک جناب میں کسی سعادت مند کو اپنی قوت ایمان اور صالحہ اعمال کے باعث میل جول ہو جاتا ہے تو اُس کو بقدر ایمان اور اعمال صالحہ کے عنایاتِ ربّانیہ سے ایسا فیض اور انعام حاصل ہوتا ہے کہ وہ شخص مظہر انوار اور برکات اللہ بن جاتا ہے۔

حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گرامی ذات کو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی معلّٰی بارگاہ سے ایسا تقرب اور تعلق ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے باعث اور کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے باعث۔ اُن کی کمان الٰہی کمان سے وہ اتحاد رکھتی ہے کہ دونوں کمانوں کے دو قاب بجائے دو کے ایک ہی نظر آتے ہیں اور چونکہ عنایات ربانیہ کا مظہر ہونا کامل عبودیت اعلیٰ درجہ کے عجز وانکسار اور پکے اخلاص کے ساتھ استقامت اور استقلال کا نتیجہ ہوا کرتا ہے اور حضرت انبیاء کرام اور ان کے جانشینان پاک اولیاء عظام کو **صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامٌ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ** جو عبودیت واخلاص واستقامت وغیرہ وغیرہ میں عامہ خلائق سے ممتاز اور کافہ انام سے بڑھ کر خصوصیت رکھتے ہیں۔ اسی واسطے خاص خاص عنایات ایزدی کے مور د بنتے ہیں کہ ان کی نسبت یہ کلمات سنائے جاتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ [1] بے ریب وہ لوگ جو تجھ سے فرمانبرداری اور تیرے اتباع کا معاہدہ کرتے وہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرتے ہیں اور ان پر بقدر ان کی عبودیت کے اس مکالمہ الٰہیہ اور مخاطبت ربانیہ کا نزول ہوتا ہے جسے الہامی الہامات میں روح القدس اور ہولی گھوسٹ کہتے ہیں جیسے قرآن کریم میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا [2] یہی توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید تھری ون اور ون تھری کا مضمون تھا جس کو عیسائی نہ سمجھ کر شرک میں گرفتار ہو گئے اور نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے پاک اشخاص انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو دنیا کی ہدایت کی واسطے مبعوث فرماتا ہے تو جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا

[1] الفتح : ۱۱ [2] الشورٰی : ۵۳

فرمانا ہوا کرتا ہے۔ ان کا اور ان کے کلام کا اتباع عین اللہ تعالیٰ کی اتباع ہوا کرتا ہے ان کا اور ان کے کلام کا ماننا عین اللہ تعالیٰ کا ماننا ہوجاتا ہے گویا وہ اور اللہ تعالیٰ اور کلام الٰہی تین ہیں مگر ایک ہیں اور جب کبھی ان کے اتباع سے کوئی سعادت مند بقدر طاقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں پوری عبودیت کے ساتھ استقامت اور اخلاص سے نزول روح القدس کی لیاقت پیدا کرتا ہے تو الوہیت کاملہ اس بندہ کی عبودیت پر روح القدس کا فیضان فرماتی ہے۔

اللّٰھُمّ اجعلنی من الملھمین الصّادقین.



وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النّسآء: ۸۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (الانعام: ۱۶۰)

خطوط!

جوابِ شیعہ و رِدِّ نسخ

جو

مولانا حکیم الامۃ مولوی حکیم نور الدین صاحب
نے ۱۸۸۰ء میں ایک شیعہ کو اور ایک کسی اور
دوست کو لکھے تھے۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

قیمت ۲/

تعداد اشاعت ۴۰۰

تاریخ اشاعت ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۱ء

جواب خط متضمن مسئلہ ناسخ و منسوخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی

العائذ باللہ ابو اُسامہ اپنے عزیز نجم الدین کو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد لکھتا ہے۔ تمہارے تاکیدی خط بدریافت مسئلہ نسخ مکرر پہنچے۔ میرا منشا تھا کہ اس مسئلہ میں مفصل رسالہ لکھوں۔ الّا فی الحال کئی موانع درپیش ہیں۔ آپ چندروز اور انتظار فرمایئے۔ اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ تفصیل آپ کی نگاہ سے گذرے گی۔ اس وقت خط میں ضروری باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مجھے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ میری یہ چند باتیں آپ کو اور ناظرین اور سامعین کو بھی مفید ہوں گی۔

فانی فی مقام النصح ولم لا اکون والدین النصح وانما الاعمال بالنیات وانما لامرءٍ مانویٰ۔ میرے دل میں جوش زن ہے جہاں تک آپ سے ہوسکے یہ خط احباب کو دکھلایئے۔ کیونکہ **لایومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ مایحب لنفسہٖ** جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

میرے عزیز اب میں اس مضمون کو چند فقروں میں بیان کرتا ہوں

فقرہ اول:- نسخ کے معنے۔ نسخ لغت میں ایک چیز کے باطل کردینے اور دور کردینے اور اس کے بدلہ اور چیز کو رکھ دینے کے ہیں۔ اور نقل اور تحویل اور تغیر کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ **نسخہ کمنعہ ازالہٗ وغیرہ وابطلہ واقام شیئاً مقامہ والشیء نسخہ والکتاب کتبہ (قاموس)**

النسخ ابطال شیء واقامۃ غیرہ مقامہ نسخت الشمس الظل وھو معنی مانسخ (مجمع البحار)

والنسخ النقل كنقل كتاب من آخر. والثانی: الابطال والازالة وهو المقصود. ھٰھنا (ابو سعود) النسخ فی اللغة. الابطال والازالة ویرادبه النقل والتحویل والاکثر علی انه حقیقة فی الازالة مجاز فی النقل.(حصول)

النسخ الاول والنقل والتحویل والثانی الرفع والازالة.(مظھری)

فقرہ دوم:- فقرہ اول میں معلوم ہو چکا کہ نسخ کے معنے ابطال اور تغیر اور نقل کے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت **مانسخ** میں ابطال کے ہی معنے مطلوب ہیں جیسے ابوسعود۔ مجمع البحار سے ظاہر ہے اور علاوہ بریں جب ہم ناسخ اور منسوخ کا ذکر کرتے ہیں تو نقل والے معنے ضرور نہیں لئے جاتے۔ کیونکہ اس صورت میں سارا قرآن منسوخ ہے اور تغیر کے معنی بھی مراد نہیں کیونکہ مطلق کی تقیّد اور عام کی تخصیص اور ایزادشروط اور اوصاف کو اگر نسخ کہیں تو قرآن کی منسوخ آیتیں سینکڑوں کیا ہزاروں ہو جاتی ہیں۔ تخصیص اور نسخ اور تقیّد اور نسخ کا تفرقہ ثابت ہے۔ **ونثبت انشاء اللّٰہ تعالیٰ.** یادرکھو کہ ابطال ہی کے معنے میں نسخ کا لفظ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ **والقرآن یفسر بعضه بعض قال اللہ تعالیٰ.** اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ[1] **الخ. ای یزیله ویبطله** اور یادرکھو کہ نسخ کے حقیقی معنے ابطال اور ازالہ کے ہیں۔ حقیقی معنے کو بدون ضرورت چھوڑ نا مناسب نہیں اور ان معنے کے لحاظ سے قرآن میں کوئی آیت منسوخ موجود نہیں ہے۔ یادرہے کہ میں مطلق نسخ کے وقوع کا منکر نہیں ہوں۔

فقرہ سوم:- جن آیات کو لوگوں نے منسوخ مانا ہے اُن کے معنے کرنے میں نسخ کے ماننے والوں نے ابطال کے معنے میں ضرور تساہل کیا ہے۔ مجھے ایک زمانہ میں اس مسئلہ کی جستجو تھی اُس وقت ایک رسالہ ایسا ملا جس میں پانچ سو آیت سے زیادہ منسوخہ آیات کا بیان تھا۔ میں اُسے سوچتا اور مصنف کی لاپرواہی پر تعجب کرتا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد سیوطی کی **اتقان** دیکھی۔ تو ایسی خوشی ہوئی جیسے بادشاہ کو ملک لینے کی۔ یا عالم کو عمدہ کتاب ملنے کی یا قوم کے خیرخواہ کو کامیابی کی ہوتی ہے۔ مجھ کو امام سیوطی کی ذکر کردہ آیات میں بھی تردّد تھا۔ الاّ چھوٹا منہ بڑی بات پر خیال کر کے خاموش رہا پھر چند دنوں بعد

---

[1] **الحج:۵۳**

فوز الکبیر فی اصول التفسیر راحت بخش دل مضطر ہوئے اس میں مصنّف علاّمہ نے صرف پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں۔ میں نے ان پانچ مقام کی تحقیق تفاسیر سے کی تو ان پانچ مقامات کا منسوخ مانانفس الامر کے مطابق نہ پایا۔

فقرہ چہارم:- عزیز من ایمان اور انصاف کا مقتضی ہے۔ اگر ہم دو احکام شرعیہ کو متعارض دیکھیں تو بحکم وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[1] کے ہم ضرور یقین کریں کہ یہ تعارض ہمارے فہم کی غلطی ہے۔ اگر تطبیق دو آیتوں یا حدیثوں کی ہمیں نہیں آئی تو اللہ کے ہزاروں ایسے بندے ہوں گے جو تطبیق دے سکتے ہوں گے۔ ہم بڑے نادان ہیں اگر اپنی کمزوریوں کو نہیں سمجھتے۔ بڑی غلطی پر ہیں اگر اس فیض الٰہی کے منتظر نہ ہیں جس کے ذریعہ تطبیق حاصل ہو۔ بڑی ناامیدی ہے اگر قبض کی حالت میں بسط کا انتظار نہ ہو۔ صاف دھوکہ ہے اگر **فوق کل ذی علم علیم** ہمیں بھول جائے۔

فقرہ پنجم:- **فوز الکبیر** میں لکھا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب اتقان بعد ازاں کہ از بعض علماء آنچہ مذکور شد بہ بسط لائق تقریر نمود و آنچہ بررائے متاخرین منسوخ است بروفق ابن العربی محور کردہ قریب بست آیت شمردہ۔ فقیر را در اکثر آں بست آیت نظر است **فلنورد کلامہ مع التعقب۔ فمن البقرۃ** كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ[2] **۔ الایۃ منسوخۃ قیل بایۃ مواریث وقیل لحدیث لاوصیۃ لوارث وقیل بالا جماع حکاہ ابن العربی۔**

اس پر مؤلّف علاّمہ کہتا ہے کہ یہ آیت آیت **یوصیکم اللّٰہ**[3] سے منسوخ ہے اور **لاوصیۃ لوارث** کی حدیث اس نسخ کو ظاہر کرتی ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ کُتِبَ۔ آہ۔ کے معنے ہیں لکھی گئی تم پر جب آجاوے ایک کو تم میں سے موت۔ اگر چھوڑے مال۔ **الوصیۃ** ماں باپ اور نزدیکیوں کے لئے اور ظاہر ہے کہ جب موت حاضر ہوگئی تو آدمی مرگیا۔ **ان ترك** کا لفظ وجود موت پر قرینہ ہے۔ اس آیہ شریفہ سے

---

[1] النّساء:۸۳ [2] البقرۃ:۱۸۱ [3] النّساء:۱۲

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مال چھوڑ مرے تو اس کے حق میں کوئی وصیت لکھی گئی ہے۔ جب ہم نے قرآن کریم میں جستجو کی تو اس میں پایا **یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم** آہ معلوم ہوا کہ والدین اور رشتہ داروں کے حق میں یہ وصیت الٰہیہ لکھی ہوئی ہے **والقرآن یفسر بعضہ بعضا** اور اسی وصیت پر عمل کا **کتب علیکم** والی آیت میں حکم ہے۔ پس یہ آیت **کتب علیکم** اور آیت **یوصیکم اللّٰہ** آپس میں متعارض نہ ہوئیں بلکہ ایک دوسرے کی جُز ٹھہریں اور **لا وصیة لوارث** والی حدیث بھی معارض نہ رہی کیونکہ بلحاظ حدیث یہ حکم ہے کہ **یوصیکم اللّٰہ** میں وارثوں کے حقوق مقرر ہو چکے ہیں۔ اور شارع نے اُن کے حصص بیان کر دیئے ہیں۔ اب وارث کے لئے وصیت نہیں رہی۔ ہاں وارثوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں وصیت ہو تو ممنوع نہیں۔ آگے کی آیت میں حکم ہے جس نے بدلا وصیت کو سننے کے بعد ضرور اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہوا اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (کیوں نہ ہو خدائی وصیت کا بدلنا مسلمان کا کام نہیں۔) اور آیت فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا کا ترجمہ ہے جس کو ڈر ہو کہ کسی موصی نے کجی کی یا گناہ کیا پس اُس نے سنوار دیا تو اُسے گناہ نہیں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ظاہر ہے جس موصی نے خدائی وصیت کے خلاف کیا اُس نے بے شک کجی کی اس کے سنوارنے والے کو کوئی گناہ نہیں اور ہوسکتا ہے کہ موصی سے وہ وصیت والا مرد ہو جس نے ثلث سے زیادہ وصیت کی یا ثلث میں یا ثلث کے اندر کسی برے کام پر اور بری طرز پر روپیہ لگا دینے کی وصیت کی اور آیات **یوصیکم** میں **من بعد وصیة** بدوں تقیّد مذکور ہے اس لئے یہاں بتا دیا کہ کجی اور بدی کی سنوار معاف ہے اس سنوارنے پر کوئی جرم نہیں اگر اُس نے اس موصی کی وصیت میں اصلاح کی اور اس میں ایما ہے کہ اصلاح کے وقت غلطی بھی ہو جاتی ہے الّا اُن کی معافی ہے۔

دوسری وجہ آیت منسوخ نہ ہونے کی **الوالدین** اور **الاقربین** یہاں معرّف باللّام ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ یہاں خاص والدین اور اقارب کا ذکر ہے اور چونکہ آیت **یوصیکم اللّٰہ** میں اکثر وارثوں کے حق بیان ہو چکے ہیں اور حدیث **لاوصیة لوارث** میں وارثین کے حق میں وصیت کرنے کی ممانعت آچکی ہے اس لئے **الوالدین** اور **الاقربین** سے وہ ماں باپ اور رشتہ دار مراد ہیں جو وارث

نہیں۔مثلاً کسی شخص کے ماں باپ غلام ہوں یا مورث کے قاتل ہوں یا کافر ہوں اور ایسے وہ اقارب ہوں جو محروم الارث ہوں پس آیت مخصوص البعض ہے۔اگر یہ تردّد ہو کہ یہ وصیت اکثر اہل اسلام میں فرض نہیں اور یہاں کُتِبَ کا لفظ فرضیت ظاہر کرتا ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ اول تو بالمعروف کا لفظ ندب کے لئے ہے۔دوم ابن عباس۔حسن بصری مسروق طاؤس۔مسلم بن یسار۔علاء بن زیاد کے نزدیک اس وصیت کا وجوب ثابت ہے۔اور پہلے معنے ہی کافی مان لو۔

دوسری آیت:۔ ’’وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ[1]‘‘. **قيل منسوخة بقوله ’’فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ[2]‘‘ وقيل محكمة ولا مقدرة قلت عندى وجه اٰخر وهو ان المعنى وعلى الذين يطيقون الطعام فدية هى طعام مسكين فاضم قبل الذكر لانه متقدمة رتبته وذكر الضمير لان المراد من الفدية هو الطعام والمراد منه صدقة الفطر۔**

عقب الله تعالىٰ الامر بالصيام فى هذه الاٰية بصدقة الفطر كما عقب الايت الثانية بتكبيرات العيد.

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کسی نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔آیت **فمن شهد** کے ساتھ اور کسی نے کہا منسوخ نہیں اور لا مقدر ہے۔یاد رہے **کبیر** میں لکھا ہے(**الواسع اسم لمن كان قادراً علىٰ الشىء مع الشدة و المشقة**) پس لا کا مقدر کہنا نہ پڑا۔یا اس کے معنے ہیں جو لوگ طعام دینے کی طاقت رکھتے ہیں فطرانہ میں ایک مسکین کا کھانا دے دیں۔

فقیر کہتا ہے۔لا مقدر کرنے کی حاجت اس لئے بھی نہیں کہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے واسطے بھی آتا ہے۔دیکھو مفلس کے معنے فلوس والا نہیں بلکہ یہ ہیں جس کے پاس فلوس نہ ہو پس یہاں **يطيقون**۔الخ کے معنے ہوئے جس میں طاقت نہ ہو روزہ کی وہ روزہ کے بدلے کھانا کھلاوے جیسے بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت اور اس آیت کا منسوخ نہ ہونا روایت کیا ہے بخاری نے عباس سے اور حافظ ابونصر بن مردویہ نے عطاء سے۔

---

[1] البقرة:۱۸۵ [2] البقرة:۱۸۶

تیسری آیت:۔ ''كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ [1]'' **الخ منسوخ بقوله تعالیٰ.** ''اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ [2]'' اور دلیل میں لکھا ہے کہ موافقت کا مقتضی تھا کہ اہل کتاب کی طرح عورت سے صحبت کرنا اور کھانا نیند کے بعد حرام ہوتا۔ فوز الکبیر والے فرماتے ہیں یہ تشبیہ نفس وجوب میں ہے پس آیت منسوخ نہ ہوئی اور سچ ہے تشبیہ میں کل وجوہ کی مساوات نہیں ہوا کرتی نیز وہ حکم قرآن میں موجود نہیں۔

چوتھی آیت:۔ ''يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ [3]'' **الخ** منسوخ ہے ''وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً [4]'' کے ساتھ۔ فوز الکبیر میں ہے یہ آیت تحریم قتال پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ آیت تو قتال کے مجوز ہے۔ البتہ یہ آیت علت کو تسلیم کر کے مانع کا اظہار کرتی ہے۔ پس یہ معنے ہوئے کہ **اشھر حرم** میں قتال بڑی سخت بات ہے لیکن فتنہ اس سے بھی برا ہے پس فتنہ کے مقابلہ میں قتال برا نہ ہوگا۔

پانچویں آیت:۔ ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ [5]'' **الی قوله** ''مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ [6]''۔ **الخ منسوخة باية اربعة اشهر وعشرا والوصية منسوخة بالميراث والسكنى باقية عند قوم منسوخة عند آخرين** ۔ فوز الکبیر میں ہے کہ جمہور مفسرین اسے منسوخ کہتے ہیں۔ پھر کہا **ويمكن ان يقال يستجب اويجوز للميت الوصية ولا يحب على المرأة ان تسكن فى وصية وعليه ابن عباس وهذا التوجيه ظاهر من الأية** ۔ میں کہتا ہوں کہ اس ظہور میں کچھ کلام نہیں۔ مجاہد اور عطا سے مروی ہے کہ آیۃ منسوخ نہیں اور حسب اس وصیۃ کے سال بھر کامل اگر عورت اپنے شوہر کے گھر میں رہنا چاہے ان کو منع کرنا درست نہیں اور اگر چار مہینے دس دن کے بعد یا وضع حمل کے بعد نکلنا چاہے اور دوسری جگہ چلی جائے تو مختار ہے۔ اور یہی مذہب ہے ایک جماعت کا اور پسند کیا اس کو ابن تیمیہؒ نے۔

چھٹی آیت:۔ ''وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ [7]''

---

[1] البقرة:۱۸۴ [2] البقرة:۱۸۸ [3] البقرة: ۲۱۸ [4] التوبه:۳۶
[5] البقرة:۲۳۵ [6] البقرة: ۲۴۱ [7] البقرة:۲۸۵

منسوخة بقوله تعالیٰ ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا''[1]۔صاحب فوزالکبیر فرماتے ہیں یہ مافی انفسکم عام مخصوص البعض ہے۔لایکلف اللّٰہ کی آیت شریف نے بیان کردیا کہ مافی انفسکم سے مراد بے جا کینہ اور نفاق ہے نہ وہ توہمات جودل پر بے اختیار آجاتے ہیں کیونکہ طاقت سے باہر باتوں کا حکم نہیں اور نہ انسان کو اس کی تکلیف بلکہ ماموصول معرفہ ہے۔پس حاجت تخصیص بھی نہیں۔

ساتویں آیت:۔ ''اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ''[2] قیل منسوخة بقولہ ''فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ''[3]۔وقیل لابل محکمة۔فوزالکبیر میں ہے حق تقاته کا حکم شرک اور کفر اور اعتقادی مسائل میں ہے اور ما استعطتم کا حکم اعمال میں ہے مثلاً جو کوئی وضو نہ کرسکے تیمّم کرلے۔جو کوئی کھڑا نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھ لے اور یہ توجیہ سیاق آیت سے ظاہر ہے۔

آٹھویں آیت:۔ ''وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ''[4] قالوا منسوخة بقوله تعالیٰ ''وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ''[5]۔فوزالکبیر میں ہے۔آیت کا ظاہر یہ ہے کہ میراث وارثوں کے لئے ہے۔اور احسان وسلوک مولی الموالاۃ کے واسطے۔نسخ کوئی نہیں۔

نویں آیت:۔ ''وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ''[6] آہ۔یہ آیت منسوخ ہے اور کہا گیا منسوخ نہیں لوگوں نے سستی کی اس پر عمل کرنے میں۔ابن عباس نے کہا یہ استحبابی حکم ہے۔سچ ہے۔بھلا اس کا نسخ کرنے والا کون ہے۔

دسویں آیت:۔ ''وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ''[7] کہا گیا منسوخ ہے آیت سورہ نور سے۔فوزالکبیر میں ہے۔یہ بالکل منسوخ نہیں بلکہ و اللاتی آہ میں حکم ایک غایت کے انتظار کا ہے۔سورۂ نور میں اس غایت کا بیان ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ سبیل ہے جس کا وعدہ دیا تھا پس نسخ نہ ہوئی۔یا فاحشة کے معنی میں عام طور کی شرارتیں مراد ہیں بدون زنا کے۔پس مطلب یہ ہے کہ عورت کو عام طور پر بعض شرارتوں کے باعث گھر میں روکا جاسکتا ہے۔

---

[1] البقرة:۲۸۷ [2] آل عمران:۱۰۳ [3] التغابن:۱۷ [4] النّساء:۳۴
[5] الانفال:۷۶ [6] النّسآ:۹ [7] النسآ:۱۶

گیارھویں آیت:۔ ’’وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ [1]‘‘ آہ اس مہینے میں اباحت قتال کے ساتھ منسوخ ہے فوز الکبیر میں ہے قرآن اور سنت ثابتہ میں اس کا نسخ موجود نہیں۔

بارھویں آیت: ۔ ’’فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ [2]‘‘، منسوخ ہے ’’وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ [3]‘‘، کے ساتھ۔فوز الکبیر میں ہے کہ اس کے معنے ہیں کہ اگر تو حکم کرے اہل کتاب کے مقدمات میں تو **ما انزل اللّٰه** پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ جا۔ حاصل یہ ہوا کہ یا تو ہم اہل ذمہ کو چھوڑ دیں وہ اپنے مقدمات اپنے افسروں کے پاس لے جاویں اور وہ اپنی شریعت کے موافق فیصلہ کریں اگر ہمارے پاس آویں تو حسب شریعت خود فیصلہ کردیں۔

تیرھویں آیت:۔ ’’اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ [4]‘‘،منسوخ ہے۔’’وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ [5]‘‘، کے ساتھ۔فوز الکبیر میں ہے کہ امام احمد نے آیت کے ظاہر پر حکم دیا ہے اور اس آیت کے معنے اورلوگوں نے یہ کئے ہیں۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ **ای من غیر قاربکم فیکونون من سائر المسلمین۔**

چودھویں آیت:۔ ’’اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ [6]‘‘ **الایة منسوخ بالآیة بعدھا.** میں کہتا ہوں ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔اول تو اس لئے پہلی آیت شرطیہ جملہ ہے امر نہیں۔پس جو کوئی آیت **ان یکن منکم** کا مخاطب ہے اس وقت اس کے صابر دس گنے دشمنوں کو کافی تھے۔ جو لوگ آلان کے وقت نکلے اس مجموعہ کے صابر دو چند کے مقابلہ میں غالب ہو سکتے تھے۔اگر یہ پچھلے وہی پہلے ہوں تو بھی مختلف اوقات میں انسانی حالت کی تبدیل کوئی تعجب انگیز نہیں۔اور اصل بات یہ ہے کہ جنگ بدر پہلی جنگ ہے جس میں صحابہ کرام کو عمائد مکہ اور صنادید قریش سے مقابلہ کا اتفاق پڑا تو اس پہلی جنگ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آئندہ تو تم کو اگر تم صابر ہوئے تو دس

---

[1] المائدة:۳ [2] المائدة:۴۳ [3] المائدة:۵۰ [4] المائدة:۱۰۷
[5] الطلاق:۳ [6] الانفال: ٦٦

کے ساتھ۔ بیس کو دوسو کے ساتھ۔ سوکو ہزار کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا اور اب تو اس پہلی بار میں اللہ نے تخفیف کی تمہارا مقابلہ اگر دو چند سے ہوا تو کامیاب رہو گے۔ الآن اور عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا[1] صاف تفرقہ کی دلیل ہے۔

پندرہویں آیت:- ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا[2]'' الخ۔ **منسوخة باية العذر وهو قوله** '' لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ[3]'' **وقوله** '' لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ[4]'' **فوزالکبیر میں کہا ہے خفافا** کے معنے ہیں کہ نہایت تھوڑے جہاد کے سامان (جیسے ایک سواری ایک نوکر اور معمولی زادراہ) سے بھی لڑائی کرو۔ اور **ثقالا** کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے نوکر اور سواریاں اور زادراہ تمہارے پاس ہو۔

سولہویں آیت:- ''اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً[5]''۔ **منسوخة بقوله** '' وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ[6]''۔ فوزالکبیر میں ہے امام احمد ظاہر آیت پر حکم کرتے تھے۔ اور امام احمد کے سوا اور لوگوں نے کہا کہ کبیرہ کا مرتکب زانیہ ہی کا کفو ہے یا یہ کہ زانیہ کا نکاح پسند کرنا اچھی بات نہیں بلکہ آیت شریف میں حُرِّمَ ذٰلِكَ کا اشارہ زنا اور شرک کی طرف ہے پس نسخ نہ ہوئی یا **فانکحو الا یامیٰ** عام ہے اور عام کا ناسخ خاص کو کہنا اجماعی نہیں۔

ستارہویں آیت:- ''لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ[7]''، بعض اسے منسوخ کہتے ہیں اور بعض منسوخ نہیں کہتے مگر لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے۔ فوزالکبیر میں ہے ابن عباس کہتے تھے منسوخ نہیں اور یہی وجہ اعتماد کے لائق ہے۔

اٹھارویں آیت:- ''لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ[8]'' الآیۃ **منسوخة بقوله انا احللنا لك قلت تحمل ان يكون الناس مقدماً فى التلاوة و هو الا ظهر** ۔ میں کہتا ہوں بعد کا مضاف الیہ **الجناس التى مرذكرها فى قوله انا احللنا۔ الآية**۔ پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ اے نبی تجھے حلال نہیں عورتیں ان چار قسم کے سوا (تری بیبیاں اور مملوکہ اور بنات عم، بنات

---

[1] الانفال: ٦٧ [2] التوبہ: ٤١ [3] النور: ٦٢ [4] التوبہ: ٩١
[5] النور: ٣ [6] النور: ٣٢ [7] النور: ٥٩ [8] الاحزاب: ٥٣

عمات، بنات خال، بنات خالات جنہوں نے ہجرت کی اور وہ مومنہ جس نے اپنا آپ تجھے بخش دیا)
اور ولا ان تبدل اس کی تاکید ہے۔

انیسویں آیت:- ''اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا[1]''الآیۃ **منسوخه بالآية بعدها ـ**
میں کہتا ہوں اوّل تو یہ استحبابی حکم ہے اور اس استحباب کو مٹانے والی قرآن میں کوئی آیت نہیں بلکہ شیخ ابن عربی نے فتوحات میں لکھا ہے کہ میں تو اگر حدیث سے مشورہ لیتا ہوں تو بھی چونکہ وہ کلمات نبویہ سے مشورہ صدقہ دے لیتا ہوں۔ **جزاه الله**

بیسویں آیت:- ''فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا[2]'' **قيل منسوخة بآية الصيف وقيل باية اُخرىٰ وقيل محكم۔** فوزالکبیر والے فرماتے ہیں ظاہر یہی ہے کہ آیت منسوخ نہیں۔ یہ حکم الزمان ہے۔

اکیسویں آیت:- ''قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا[3]'' آخر سورۃ کے ساتھ منسوخ ہے اور بات یہ ہے کہ قیام اللیل ایک امر مسنون ہے۔ آیات شریفہ میں فرضیت قطعی نہیں اور سنیت قیام اللیل کی بالا تفاق اب بھی موجود ہے۔

فقرہ ششم:- ضعف اور قلت کے وقت صبر اور درگذر کا حکم قرآن شریف میں بہت جگہ ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں آیت قتال سے منسوخ ہیں اور یہ بات صحیح نہیں بلکہ قتال کا حکم تاخیر میں رہا ہے۔ سیوطی نے کہا دیکھو باب ناسخ منسوخ اتقان میں۔

الثالث ما امر به بسبب ثم يزول السبب كالا مرحين الضعف والقلة بالصبر والصفح ثم نسخ بايجاب القتال وهذا فى الحقيقة ليس نسخاً بل هو من قسم النسى كما قال تعالىٰ اوننسها فالنسى هو الامر بالقتال الى ان يقوى المسلمون الى ان قال وبهذا يضعف مالهج به كثيرون من ان الاٰية فى ذلك منسوخة باٰية السيف وليس كذلك بل هى من المنا بمعنى ان كل امر ورديجب امتثاله فى وقت ما فعله يقضى ذالك الحكم ثم ينتقل بانتقال تلك العلة الى كلم

---

[1] المجادلة: ١٣ [2] الممتحنة: ١٢ [3] المزمل: ٣

اٰخر ولیس بہ نسخ انما النسخ الا زالۃ للحکم حتی لا یجوز امتثالہ (یہ حتی لایجوز کا لفظ یادرکھنے کے قابل ہے خصوصاً الآن خفف اور اشفقتم وغیرہ میں)

فقرہ ہفتم:- بعض صحابہ اور سلف سے تقید اور تخصیص اور ابطال وغیرہ کو نسخ کہنا ثابت ہے الا اول تو ان کے اور ساتھ والوں نے نسخ کے ایسے عام معنے نہیں لئے ۔دوم ۔اگر نسخ تغیر کہتے تھے تو ان کے یہاں ایسے معنے کی نسخ قرآن میں آجاوے۔ اخبار سے ممنوع نہ تھی۔ ہمارے صاحبان نسخ کے معنوں میں ان کا محاورہ لیتے ہیں اور پھر سنن ثابتہ ہے۔قرآن کی یہ نسخ تجویز نہیں کرتے ۔عملدرآمد میں اس اصطلاحی نسخ کو نسخ بمعنے رفع الحکم کا مرتبہ دے رکھا ہے۔

فقرہ ہشتم:- مانسخ کا جملہ جملہ شرطیہ ہے اور شرط کا وجود ضرور نہیں ہوتا۔دیکھو ان کان للرحمٰن ولد والی آیت پس آیت مانسخ سے مطلق نسخ کا وقوع بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔قرآن میں آیات منسوخہ کا موجود ہونا اس سے کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔یادرکھو میں مطلق وقوع نسخ کا انکار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہوں کہ قرآن اور صحیحین اور ترمذی میں بالاتفاق منسوخ کوئی حکم نہیں (ترمذی میں جمع صلواتین ظہرین ومغربین اور قتل شارب کی حدیث بھی منسوخ نہیں تفصیل اُس کی دراسات وغیرہ میں موجود ہے)

فقرہ نہم:- میں نے بہت ایسے لوگ دیکھے جن کا یہ ڈھنگ ہے کہ جب دو بظاہر متعارض حکموں کو دیکھا اور تطبیق نہ آئی لا اعلم کہنے سے شرم کھا کر ایک میں نسخ کا دعویٰ کردیا۔یا جب کوئی نص اپنے فتوے کے خلاف سنی اول تو لگے اس میں توجیہات جمانے۔ جب یہ کوشش کارگر نہ ہوئی جھٹ دعویٰ کردیا کہ ان میں سے فلاں حکم اجماع کے خلاف ہے۔ جب اجماع کی غلطی معلوم ہوئی تو اجماع کو مقید کردیا اور کہہ دیا کہ یہ اجماع اکثر کے اعتبار سے ہے۔ جب اُس کو بھی کسی نے خلاف ثابت کیا تو نسخ کا دعویٰ کردیا۔ حالانکہ بظاہر متعارض حکموں میں ایک کو عزیمت پر محمول کرلینے اور اباحت اصلیہ کو عارضی حرمت پر ترجیح کا موجب جان لینے اور شریعت کو اسباب اور موانع کا مبین مان لینے سے قریباً کل تعارض دفع ہوسکتے ہیں۔ یہ عجیب قاعدہ تفصیل طلب ہے۔الا اس خط میں گنجائش نہیں چند مثالیں سن رکھو۔مسِّ ذکر سے وضو کرنا۔ یا عدم انزال میں غسل کرلینا۔ایسا ہی ایک مومن

صابر کا دس کفار کا مقابلہ کرنا اور رسول سے گوشہ کرنے میں صدقہ دینا عزیمت ہے اور یہ کام نہ کرنا رخصت۔ وتر کی ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو رکعتیں باختلاف انواع سب درست ہیں اور یہ اختلاف ایسا ہے جیسے نماز میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے کوئی سورۃ پڑھی کبھی کوئی۔ خرگوش کے استعمال میں اگر کوئی کراہت کی دلیل پیش کرے (گو دلائل پیش شدہ صحیح نہیں ہیں) تو اس کا کھانے والا اباحت اصلی کو بعد میں تسلیم تعارض مرجح کہہ سکتا ہے۔

مومن کا عمداً قتل ابدی سزا کا سبب ہے اور قاتل کا سچا ایمان اور رحمت الٰہیہ اور شفاعت شافعین بلکہ توبہ وغیرہ اس ابدی سزا کے مانع ہیں اور تجاذب کی حالت میں قوی کا مؤثر ہونا ظاہر ہے۔

فقرہ دہم:- روزمرہ کے مسائل میں رفع یدین اور فاتحہ کا مسئلہ لو۔ جناب شیخ عبدالحق دہلوی سفر السعادت کی شرح میں فرماتے ہیں۔

علماء مذہب ما بایں مقدار اکتفا نمی کنند و گویند کہ حکم رفع (**رفع یدین عند الرکوع و الرفع منه و الرفع ابتداء مرا لثالثه**) منسوخ است و چوں ابن عمر را کہ راوی حدیث رفع است دیدند کہ بعد رسول اللہ صلعم عمل بخلاف آں کردہ ظاہر شد کہ عمل رفع منسوخ است و از ابن ہمام نقل فرمودہ در نماز ابتدا حال اقوال و افعال از جنس ایں رفع (رفع یدین در سجدتین) مباح بودہ کہ منسوخ شدہ است پس دور نیست کہ ایں نیز از اں قبیل باشد و مشمول نسخ بود۔ انتھیٰ۔ شیخ نے نسخ کا مدار اول تو ابن عمر کے نہ کرنے پر رکھا دوم اس پر کہ جب سجدے کے رفع یدین اجماعاً منسوخ ہے تو رکوع کو جاتے اور اٹھتے اور تیسری رکعت کی رفع بھی منسوخ ہوگی اور یہ دونوں باتیں تعجب انگیز ہیں۔ اول تو اس لئے کہ ابن عمر کا رفع نہ کرنا ابوبکر بن عیاش نے روایت کیا ہے اور یہ شخص معلول مختلط الخبر ہے۔ دیکھو بخاری کی جزء الرفع اور ابن معین نے تو **تهم من ابن عياش لا اصل له**۔

دوئم :- عینی نے بیہقی سے روایت کیا کہ مجاہد کی روایت (ابن عیاش والی) ربیع لیث، طاؤس، سالم، نافع، ابوالزبیر، محارب بن دثار جیسے ثقون کے خلاف ہے یہ ثقہ لوگ ابن عمر سے اس رفع یدین کا کرنا نقل کرتے ہیں۔

سیوم :- ابن عمر سے مسند احمد میں مروی ہے **انه اذا رای (ابن عمر) مصليا لم يرفع**

حصبه اور بخاری نے جزء الرفع میں کہا رماہ بالحصی ۔ بھلا جو شخص یہ تشدد کرے کہ رفع یدین نہ کرنے پر پتھر مارے وہ خود نہ کرے۔

چہارم:- بخاری نے جزو میں فرمایا ہے **لم یثبت من احد من احدا من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع۔**

پنجم:- ناسخ کو منسوخ کے مساوی ہونا چاہئے یہاں ایک طرف ابن عمر کا معلول اور بے اصل اثر دوسری طرف ابن عمر سے صحیح ثابت اثر بلکہ مرفوع روایت اور بیہقی کی حدیث جناب ابوبکر سے اور دار قطنی کی عمر رضی اللہ عنہ سے بلکہ پچاس صحابہ کی روایت اور بیہقی کی وہ روایت جس میں **فمازالت تلک الصلوٰۃ حتی لقی اللّٰہ** والی موجود ہے اور سیوطی کا اس حدیث کو ازہار میں احادیث متواتر سے شمار کرنا۔

ششم:- مانا کہ ابن عمر سے عدم رفع ثابت ہے پھر کیا غیر معصوم پر صرف یہ حُسن ظن کر کے کہ اُس نے خلاف امر مشروع نہ کیا ہوگا۔ نبی معصوم کے ثابت فعل کو منسوخ کہہ دینا، انصاف ہے اور کیا صحابی کا عدم فعل شرعی امر کا ناسخ ہوسکتا ہے۔

ہفتم:- صحابہ پر بڑا سوءِ ظن ہے کہ اُنہوں نے منسوخ حدیث رفع یدین کو بیان کیا اور ناسخ کی روایت نہ کی۔

ہشتم:- جائز ہے کہ ابن عمر نے رفع یدین کو عزیمت خیال فرمایا اور عدم رفع کو رخصت اور رخصت پر عمل کیا۔

نہم:- قیاس نص کا ناسخ نہیں ہوتا۔

دہم:- یہاں اصل یعنی سجدے کی رفع یدین کو منسوخ کہنا ہی صحیح نہیں۔ فرع یعنے **نسخ رفع عند الرکوع والرفع عند الرفع منہ وعند الثالثہ** کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

فائدہ۔ ابن زبیر سے یہ رفع ثابت ہے اور نسخ کی روایت ان سے بالکل ثابت نہیں ایسا ہی ابن مسعود سے نصاً نسخ ثابت نہیں۔ دوسری بات کی غلطی سجدتین کی رفع نسائی میں مالک بن حویرث سے۔ ابوداؤد میں عبداللہ بن زبیر سے۔ جس کی تصدیق ابن عباس نے کی۔ ابن ماجہ میں ابوہریرہ

سے موجود ہے۔ان روایات پر جو کچھ کلام ہے اس کا محل اور ہے اور سجدتین کی رفع۔انس۔ابن عمر۔ ابن عباس۔حسن بصری۔عطاء۔طاؤس۔امام مالک۔شافعی کا مذہب ہے۔اگر اجماعاً یہ رفع منسوخ ہوتی تو یہ خلاف کیوں ہوتا۔

دوم:۔اثبات کی روایات کو ایسی جگہ نفی کی روایات پر خواہ مخواہ ترجیح حاصل ہے۔

سوم:۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہونے میں جمہور کا اتفاق ہے اور سجدتین کی رفع ثقات کی زیادتی ہے۔

چہارم:۔ جن لوگوں نے نفی کی روایت کی ہے ان کی روایت اس لئے مضر نہیں کہ یہ رفع یدین سجدتین کے وقت رسول اللہ صلعم نے کبھی ترک کی اور راوی نے رفع یدین کرتے نہ دیکھا اس لئے عدم رفع کی روایت کردی۔صاحب ہدایہ نے ترک فاتحہ خلف الامام پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا ہے۔ابطال دعویٰ اجماع کی تفصیل کا محل نہیں انشاءاللہ کسی اور جگہ مذکور ہوگا۔

صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ترمذی نے عبادہ کی حدیث میں کہا ہے کہ اکثر اہل علم صحابہ کرام سے فاتحہ خلف امام کے وجوب پر ہیں اور بخاری نے جزالقراۃ میں فرمایا ہے بے شمار تابعین قرایت خلف الامام کا فتویٰ دیتے تھے۔**ولم یکن احمد بقدم علی الحدیث الصحیح عملا ولا رایا ولا قیاسا ولا قول صاحب ولا عدم علمه بالخلاف الذی یسمیه کثیر من الناس اجماعاً ویقدمونه علی الحدیث الصحیح وقد کذب احمد من ادعی الاجماع ولم یمتنع تقدیمه علی الحدیث الثابت وکذلك الشافعی ایضاً نص فی رسالة الجدید علی ان مالم یعلم فیه الخلاف فلیس اجماعا ونصوص رسول اللّٰه صلعم عند الامام احمد وسایرائمة الحدیث اجل من ان یقدم علیها توهم اجماع مضمونه عدم العلم بالخلاف ولو ساغ تعطلت النصوص وساغ لکل من لم یعلم مخالفا فی حکم مسئلة ان یقدم جهله بالمخالف علی النصوص فهذا هو الذی انکره الامام احمد والشافعی من دعوی الاجماع لا یظن بعض الناس انه استبعاده الوجود**۔......فقرہ۔سورہ کافرون میں **لکم دینکم ولی دین** کا جملہ عام لوگوں کی زبان پر منسوخ ہے اور فی الواقع منسوخ نہیں کیونکہ دین کے معنے لغت میں جزا اور سزا کے ہیں پس آیت کے معنے یہ

ہوئے کہ جس کو تم پوجتے ہو ہم اُسے نہیں پوجتے اور جس کو ہم پوجتے ہیں تم نہیں پوجتے تم کو تمہاری سزا ہے اور ہم کو ہماری جزا۔ دیکھو حماسہ ۔ **ولم یبق سوی العدوان دناهم کما دانو ورد کما تدین تدان** مشہور ہے اور اگر دین کے مشہور معنے میں لیں تب آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ ہرگاہ تم باز نہیں آتے اور صرف سچے معبود ہی کی پرستش نہیں کرتے اور بتوں کی پرستش کرتے ہو تو ہم بھی وہ کریں گے جو ہمارے دین میں ہے کہ تم سے بجہاد پیش آویں گے۔ غرض آیت جہاد کی مانع نہیں۔

فقرہ عزیز من خاتمہ خط پر ایک ضروری فائدہ لکھ کر خط کو اب ختم کرتا ہوں۔

فائدہ حدیث یا قرآن کے موافق ہے یا قرآن کی تفسیر ہے یا ایسے حکم کی مثبت ہے جس کا ذکر ہمیں قرآن کریم میں معلوم نہیں ہوا پس جو حدیث صحیح ہمیں زائد علی کتاب اللہ نظر آئے وہ نبی کریمؐ کا استنباط ہے قرآن کریم سے۔ ہمارے فہم سے بالاتر ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ وما اتاکم الرسول فخذوہ۔**

دیکھو حدیث سے بھتیجے کا نکاح اس کی پھوپھی پر اور بھانجے کا اس کی خالہ پر حرام ہے۔ حدیث سے رضاعت کی حرمت نسبتی حرمت کی طرح ثابت ہے حالانکہ قرآن کریم میں أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ عام موجود ہے۔ وطن میں رہن کا رکھنا جدہ کو وارث بنانا بنت الابن کو سُدُس دلانا حائض پر روزہ نماز چندروز موقوف سمجھنا۔ نہایت ضعیف خبر سے **نبیذ التمر** کے ساتھ وضو کر لینا حالانکہ قرآن میں پانی نہ ہو تو تیمّم کا حکم ہے۔ ادنیٰ مہر کے لئے مفلس سے مفلس کے لئے دس درہم معین کرنا۔ **لا یرث المسلم الکافر** پر عمل کرنا۔ چور کا پاؤں کاٹنا حالانکہ قرآن میں ہاتھ کاٹنا مذکور ہے۔ طواف میں قیاساً طہارت کی شرط کا ایزاد کرنا حالانکہ قرآن مطلق ہے۔ مغمی علیہ سے اعمال حج دوسرا ادا کردے اسے جائز قرار دینا حالانکہ صوم عن لمیت میں اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کا عذر ہے۔ عاقلہ پر دیت کا حکم لگانا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کا خلاف بجالانا۔ نہایت ہی ضعیف حدیث سے نماز میں ہنس پڑنے کو ناقض وضو جاننا اور اونٹ کے گوشت کھانے کو ناقض نہ ماننا۔ ضعیف خبر سے غسل جنابت میں مضمضہ واستنشاق کو فرض کر دینا باا ینکہ وضو میں مضمضہ واستنشاق کی فرضیت سے انکار ہے۔ موزہ پر مسح کرنے میں جواز کا فتویٰ اینکہ عمامہ پر مسح سے انکار ہے۔ اور

حدیثیں دونوں کی مساوی ہیں اور ایسی ہی صد ہا جگہ احادیث سے قرآن پر ایزاد ماننا اور کہیں انکار کرنا۔ اور مقدام بن معدیکرب کی اس حدیث پر خیال نہ کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا انی اوتیت رجل القرآن ومثله معه الا یوشك رجل شبعان اعلی اریکته یقول علیکم بهٰذا القرآن الا لایحل لکم الحمار الاهلی ولا کل ذی باب من السباع ولقطه معاهد

میں اب اس خط کو تمام کرتا ہوں

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار

دوسرا خط ایک شیعہ دوست کے نام

ابواسامہ۔نورالدین سے اس کے دوست (ع۔وح) کوالسلام علیکم دیں ایک ایسی تسلی ہے جو اکراہ کا ثمرہ نہیں ہوسکتا تیرہ سو برس کے جھگڑے ایک خط میں طے ہوں محال ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بہت پڑھنا جمعیت اور طمانینت کا موجب ہے۔ میرا حال پوچھتے ہو میں کس مشرب کا ہوں۔سنو۔ابتداتمیز سے اس وقت تک قرآن کریم واہل حدیث کی جماعت میں شامل ہوں وارجو من اللّٰه ان اموت واحشر فی حبّھم انشاء اللّٰه تعالیٰ یہ وہ لوگ ہیں جن کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔افعال اور احوال پر واقف ہوئے۔یہی ہیں جنہوں نے قدریہ جہمیہ شیعہ خوارج سے حفظ اور عدالت کو دیکھ کر روایت لینے میں بے جا تعجب نہیں کیا۔روایت میں جب صحت کی راہ دیکھی پھر اخذ روایت میں ہٹ دھرمی نہیں کی۔اس حزب الٰہی کی عمدہ کتاب بعد کتاب اللہ بخاری کی صحیح ہے۔شیعہ کے ایک ممتاز متکلم نے استقصاء میں اس کتاب اور اس کے مصنف پر قدح کرنے میں بڑے زور لگائے اِلّا اُس خیر خواہ اسلام پر جھوٹ اور بہتان کا الزام نہیں لگا سکا اُس کی کسی رائے پر اگر جرح کی ہے تو یہ ثابت نہیں کر سکا کہ بخاری ایسے راوی کی روایت کو شواہد میں نہیں لایا بلکہ اصل مسئلہ کے اثبات میں لایا ہے یا اس روایت کو بخاری بدون معاضد چھوڑ گیا۔پھر آپ جانتے ہیں صراف تو کھوٹا کھرا پہچان سکتا ہے۔آپ نے تشیید المطاعن کی چار جلدیں میرے مطالعہ کے لئے مرحمت فرمائیں۔آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔میں نے کتاب کو بغور دیکھا سچ کہتا ہوں کہ علامہ مصنف نے صرف نکتہ چینیوں پر وقت صرف کیا ہے اور کئی ضروری باتوں پر توجہ نہیں فرمائی۔مثلاً سوچو کہ قرآن کریم میں آدم علیہ السلام جیسے خلیفہ کو عصی کا فاعل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کا مخاطب کیا۔حضرت کلیم کے ایک اقرار کو اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ کے الفاظ سے بیان کیا۔مومن ہمیشہ ان الفاظ کی توجیہات کرتے ہیں اور ان الفاظ کو سن کر انبیا کی عصمت میں شک نہیں کرتے اور کوئی مسلمان وہم بھی نہیں کرتا کہ یہ حضرات خلافت عظمیٰ اور امامت کبریٰ کے قابل نہ تھے یا عصیان یا ذنب یا ضلالت کے سبب معزول ہو گئے۔موسیٰ اور خضر کا قصہ قرآن میں موجود ہے وہاں

دیکھو خضر بظاہر ملزم تھے الّا اصل اسباب پر جب اطلاع ہوئی تو معلوم ہوا کہ بالکل بری ہیں۔ پھر تم جانتے ہو کہ اجتہادی غلطیاں اجر کا موجب بھی ہوتی ہیں مشورہ۔ اگر عیب ہے تو وَشَاوِرْهُمْ میں تامل کیجئے۔ سنو سنو نہایت کا کمال چاہئے۔ ہدایت کا نقصان کچھ ضرر نہیں دے سکتا۔ سلف کا کیسا سچا فقرہ ہے۔ **ان الذنوب قد یوصل الجنة و العبادة قد تدخل النار** کیا معنے۔ معاصی سے کبھی توبہ کی راہ کھل جاتی ہے اور عبادت سے کبھی انسان کبر اور عجب میں مبتلا ہو کر بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔ امام کا اگر معصوم ہونا اس لئے شرط ہے کہ لوگوں کی اصلاح ہو۔ عام لوگ غلطی میں مبتلا نہ ہوں تو آپ جانتے ہیں صرف امام کی عصمت سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ امام کے اہلکار اور اس کے ملکوں پر چھوڑے ہوئے حکام نہ معصوم ہونے ضرور ہیں اور نہ اِن کا منصوص ہونا شرط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر کے نواب اور عمال ہی کو دیکھ لو۔ پس مناط حکم میں ان سے غلطی کا وقوع ممکن ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اکثر لوگ امام تک نہیں پہنچ سکتے کل کا پہنچنا کیونکر ہوسکتا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ صرف امام کی عصمت سے جب تک اس کا تسلط نہ ہو اور ظاہری حکم نہ ہو لوگوں کو فائدہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ صاحب الزمان علیہ السلام کی حالت ملاحظہ کرو۔ آپ جانتے ہیں کہ شخصی معاملات اور منزلی انتظامات کے واسطے ہر ہر شخص کو ہر وقت کے جزئیات کے لئے امام سے رجوع کرنا صریح محال ہے اگر کلیات سے جزئیات لے گا تو ضرور ہی اجتہاد میں غلطی کرے گا پس جس غرض پر عصمت اور امامت کو شیعہ امامیہ ثابت کرتے ہیں صرف اسی سے دنیا میں اصلاح کا قائم ہونا معلوم کیا معنے۔ اگر باری تعالیٰ اصلاح چاہتے تھے تو بقول آپ کے باری تعالیٰ پر واجب تھا کہ امام کو تسلط دیتے۔

دوسری بات جس کو فروگذاشت کیا ہے یہ ہے کہ مہاجرینؓ کے حق میں لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ[1] قرآن میں موجود ہے۔ بھلا جن لوگوں کی نسبت کفارہ اور جنت میں لے جانے کا وعدہ ہو وہ ابدی سزا پائیں۔ واللہ عقل نہیں مانتی۔ سنو سنو سنو مکفرات ذنوب بہت ہیں۔ اوّل خالص توبہ۔ دوم استغفار۔ سیوم اعمال صالحہ۔ چہارم مومن کی دعا۔

[1] آل عمران : ۱۹۶

پنجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔ ششم آپ کی شفاعت۔ ہفتم اہوال وصدمات جو مابعد الموت طاری ہوتے ہیں۔ ہشتم وہ اعمال اور صدقات جن کا اثر میّت کو پہنچنا شرع سے ثابت ہے جیسے میّت کی طرف سے روزہ رکھنا۔ حج کرلینا، میّت کی اولاد صالح، میّت کا وہ علم جس کا نفع جاری ہے۔ نہم دنیویہ صدمات۔ دہم کرب قیامہ۔ یازدہم اقتصاص عندالمیزان۔ دوازدہم صدق توحید۔ سیزدہم رحمت ارحم الراحمین جس کی سبقت غضب پر منصوص ہے۔ علامہ مصنف نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اگر صحابہ سے معاصی سرزد ہوئے تو کیا مکفرات ان کے لئے محال ہوگئے تھے۔ نہیں نہیں نہیں۔ ابوبکر کی نسبت آپ کا یہ الزام کہ ان میں حزن اور خوف تھا اور یہ بات شجاعت کے خلاف ہے۔ غار کی آیت میں ان کو صاحب کہا گیا جیسے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا[1] اور صاحب ہونا اہل نار کی نسبت آیا ہے۔ بھلا خایف، بزدل، حزن والا، صاحب خلافت کے لائق ہے۔ سچ کہتا ہوں قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کو شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کہنا بالکل سچ ہے۔ اب اس وہم کی دوا سنو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جلّ شانہٗ کے سامنے اقرار کیا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ[2] اور سبحانہ وتعالیٰ حضرت امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحب کا خطاب دے کر فرماتا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ[3]۔

جس حالت میں ان اولوالعزم کو خوف اور حزن اور صاحب ہونے نے امام اور رسول اللہ اور نبی ہونے سے نہیں روکا اور مطعون نہیں کیا تو ابوبکرؓ کو خلافت سے کیوں یہ امور مانع ہوئے اور کیوں مطعون کیا۔

اور یہ وہم اور خلاف واقع الزام کہ معاذ اللہ شیخین منافق تھے یہ نہایت ہی غلط ہے جس حالت میں وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ کے ساتھ ہوئے جانتے ہو اس وقت جناب کی کیا حالت تھی اور ایسی ابتدائی حالت میں ساتھ دینا کس بہادر اور محبّ کا کام ہے اور پھر غور کرو اور سوچو اس نے اپنی خلافت کے وقت کفر کے کون سے مسئلہ کی اشاعت کی۔ اپنی قوت اور سطوت میں کفر کی رسوم میں کس کو پھیلایا۔ پھر کیا اپنی اولاد کو جانشین بنانے میں کوشش کی۔ اپنی قوم کے حقوق مقرر کئے۔

[1] التوبۃ: ۴۰ [2] یوسف: ۸۷ [3] التکویر: ۲۳

سنوا کثر صحابہ کو اگر منافق کہو گے یا کافر معاذ اللہ تو دین پہنچنے کا سلسلہ مفقود ہو جائے گا کیونکہ بطور آپ کے صحابہ دو گروہ ہوں گے ایک وہ جم غفیر اور سواد اعظم جو غاصبوں اور ظالموں اور منافقوں کا مجموعہ ہے اور ہمارے نزدیک اور فی الواقع جس کے سبب تمام عرب درست ہو گئے فارس اور شام اور روم اور مصر میں وہ بات پھیلی جس کی تصریح وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى [1] میں تھی اور جس نے کفار ہی سے لڑائی کی۔ اور دوسرا وہ جو تقیہ کو فرض کہے۔ پہلے سلسلہ کی ہر ایک روایت اگر قابل عمل نہیں تو دوسرے کی ہر بات میں یہ شبہ ہے کہ شاید یہ بات بڑے گروہ کے خوف سے کہی یا اپنے مریدوں کے بھاگ جانے کا ڈر تھا اس لئے وہ بات کہی اور قرآن بزعم تمہارے خود بے ترتیب پھیلا۔ معاذ اللہ دیکھو کیسی غلطی ہے۔

آپ نے اہل بیت کی مدح پر زور دیا ہے۔ بتاؤ تو سینوں میں کون ہے جو امیر علیہ السلام اور ان کی اولاد کو بزرگ نہیں جانتا کیا اِن کے مناقب ہماری حدیث کی کتابوں میں بہ بسط تمام موجود نہیں۔ اگر احادیث صحیحہ کو بیان کرتے تو کیا اُن میں کمی تھی۔ نہیں نہیں۔ آیۃ تطہیر سے اس مضمون کی وہ تسکین کہاں جو آپ چاہتے ہیں۔ سنو سنو سنو۔ اہل بیت کا لفظ قرآن میں کل تین جگہ آیا ہے اوّل بارہویں سپارہ میں دیکھو سورہ ھود قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ [2]۔ دوم بیسویں سپارہ میں دیکھو سورۂ قصص وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ [3] اور بائیسویں سپارہ میں دیکھو سورۂ احزاب وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى [4] ان تین جگہ کے سوا قرآن میں اہل بیت کا لفظ نہیں آیا۔ پہلی دو جگہ میں صریح بیبیاں باتفاق ماوشما اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور تیسری آیۃ کا ماقبل اور مابعد دیکھو اور انصاف کا خون نہ کرو۔ تو بیبیوں ہی کو خطاب ہے پھر آپ نے بیبیاں ہی اہل بیت سے نکال دیں۔ یاد رکھو کم کا لفظ اہل کے لحاظ سے یا شمول کے لحاظ سے ہے۔ میرے ایک شیعہ جلیس نے ایک دفعہ جواب دیا کہ آیۃ میں

---

[1] النور: ۵۶ [2] ھود: ۷۴ [3] القصص: ۱۳ [4] الاحزاب: ۳۴، ۳۵

ترتیب عثمانی نے یہ نقصان دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم ایسا بُرا عذر نہ کرو گے کیونکہ جیسا گذرا حدیث میں وہ بے اعتباری تھی پھر اس صورت میں قرآن بھی قابل اعتبار نہیں رہتا۔ دوم عجم بھی گئے گذرے زمانے میں ہزاروں حافظ ہیں اور میرے جیسے کم ذہن باہمہ کثرت شواغل سال میں یاد کر سکتے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ عربوں نے جن کے حافظہ کو مؤرّخ بالاتفاق مان چکے ہیں بافہم فصاحت وبلاغت قرآن کو تیئیس برس میں یاد نہ کیا ہو۔ پھر ایسے وقت جب اسلام میں داخل ہونے والوں کو ابتدائی جوش تھا۔ پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی کہ شیعہ کے ہزاروں مصنف اور داعی اپنی تصانیف کو، اپنے خیالات کو دنیا میں پھیلا دیں اور قرآن جیسی ضروری چیز کو صاحب الزمان غار میں لے کر کالعدم کر دیں پھر یــریــد کا لفظ آپ کے مطلب کو پورا نہیں ہونے دیتا۔ دیکھئے اِن آیات کو يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ [1]۔ حالانکہ سب لوگ یسر میں نہیں وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ [2] اور سب تائب نہیں۔ اصل بات یہ کہ ارادہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک شرعی اور ایک کونی ارادہ میں کسی چیز کا ارادہ ظاہر کرنے سے اس چیز کی پسندیدگی ثابت ہوتی ہے اور آپ نے جو اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ کی تفسیر فرمائی ہے وہ اس وقت تسلی بخش تھی اگر ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا اور لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔اور تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ کی تفسیر بھی مجھے یاد نہ ہوتی اور حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [3] میں آپ نے عطف کے کرنے میں سخت غلطی کی ہے یہ مَنِ اتَّبَعَكَ حسب کا مفعول ہے اور کاف پر معطوف ہے اَی حسبك و مــن اتبعك اللّٰــه۔ جناب حکیم مہدی صاحب نے فقیر سے وعدہ فرمایا کہ وہ امیر علیہ السلام کی بلافصل امامت کو قطعی الدلالہ نص سے ثابت کر دیں گے اُن سے عرض کر دیجئے قبل از ارقام مسئلہ ان کلمات کو دیکھ رکھیں تشبید المطاعن کے نمبر ۴۷ ۳ میں ہے ’’اکثر احکام از قرآن مستنبط نمی شود وآنچہ مستنبط می شود درغایۃ اجمال واشکال وتشابہ است واختلاف عظیم درفہم احکام از انہا شدہ بعض گفتہ اند محکم تریں آیات کریمہ آیۃ وضواست وقریب بصد تشابہ درانست ودرقرآن ناسخ ومنسوخ محکم متشابہ ظاہر و مــا دَلَّ عام خاص مطلق مقید وغیر اینہا است پس چگونہ کتاب خدا برائے رفع اختلاف کافی باشد‘‘ انتہیٰ۔

[1] البقرة: ١٨٦ [2] النسآ: ٢٨ [3] الانفال: ٦٥

وقال قال علیؑ انا کلام الله الناطق وھذا کلام اللّٰہ الصامت ترتیب عثمانی کا بگاڑ مزید برآں رہا۔ یہ تو قرآن غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ اور عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ کا آپ کے ہاں حال ہے جس کو خدا نے اختلاف مٹانے کو نازل کیا **قال اللّٰہ** وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ[1] اور خدائی کتاب کا ناطق ہونا اس آیت سے ثابت ہے هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ[2] اور کلام اللہ الناطق علیہ السلام کے اقوال کی حجیت کا یہ حال ہے کہ تقیہ کا احتمال آپ کی ہر ایک کلام میں موجود ہے۔ دیکھو تہذیب الاحکام میں ابوجعفر طوسی نے جناب امیرؑ سے روایت کی **قال علیه السلام حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم الحمر الاهلیة ونکاح المتعة** ۔شیعہ علما کہتے ہیں تقیہ کے باعث کہا ہے اور حدیث **من مات ولم یعرف امام زمانه** احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہی نہیں پھر اس میں تخصیص امام اور عدم فصل کا ذکر نہیں پھر اتفاق ماوشما اس زمانہ کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن امام ہے اور کتاب کا امام ہونا **من قبله کتاب موسیٰ اماماً** میں دیکھئے۔ عبقاب میں حدیث غدیر پر زور دیا ہے الّا مصنف ہر سلسلہ سند میں صرف ایک راوی کی مدح کسی کتاب سے نقل کرتا ہے۔ پھر مادح کی مدح پھر اس کی کتاب کی مدح میں تطویل کرتا ہے۔ تمام کتاب میں سند کے کل رجال کا حال نقل نہیں کرتا پس یا دھوکہ میں ہے یا دھوکہ دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

فقط

ابواسامہ نورالدین

۱۸۸۰ء

---

[1] البقرة: ۲۱۴ [2] الجاثیة: ۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا . اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ . وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَر

دینیات
کا پہلا رسالہ



تصنیف لطیف

حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی حافظ حاجی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْم وَاٰلِہٖ مَعَ التَّسْلِیْم

نماز

تکبیر تحریمہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

ثناء [1] سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

تسمیہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سورۃ فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ o اٰمِیْنَ

سورۃ اخلاص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ o وَلَمْ یُوْلَدْ o وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o

تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ

رکوع کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ یا سُبْحٰنَکَ [2] اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ

---

[1] احادیث صحیحہ سے یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَایَایَ کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ اور وہ دعا جو ثناء کے سامنے لکھی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو سابقین اولین مہاجر صحابہؓ میں سے تھے) مروی ہے۔

[2] جب سُورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تھی تو اس کے بعد آپؐ یہ دوسری تسبیح پڑھتے تھے۔

تسبیح سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

تحمید رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ[1] یا وَلَكَ الْحَمْدُ

سجدہ کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ

تکبیر اَللّٰهُ اَکْبَرُ

تشہد اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ[2]

درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

دعائیں

اوّل رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

دوم رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ. رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ.

سوم اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ. اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ

[1] اس کے بعد یہ بھی احادیث صحیحہ سے پڑھنا ثابت ہے۔ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّباً مُبَارَكاً فِیْهِ

[2] اس کے بعد کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھنی چاہیے۔ جب پھر اس مقام پر پہونچے تو ختم نماز کے لئے یہ ادعیہ جو آگے مذکور ہیں پڑھے۔ تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھ کر رکوع کرتے ہیں۔

وَاَغنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.[۱]

سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

دعائے قنوت اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ. اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَاِنَّهٗ لَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ.

فرضوں کے بعد کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ . اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ . اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ.

---

۱ یہ دعا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثِمِ وَ الْمَغْرَمِ.

طریق وضو

جب وضو کرنے لگو تو پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھو۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوؤ۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ سے منہ میں پانی ڈالو اور مسواک کرو اور کلی تین بار کرنا چاہیے اور ناک میں تین بار پانی ڈال کر ناک کو خوب صاف کرو۔ پھر تین ہی دفعہ منہ پر پانی ڈال کر اسے دھوؤ۔ تین تین دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوؤ کہ پہلے دایاں پیچھے بایاں۔ پھر نیا پانی لے کر سر اور کانوں کا مسح ایک ایک دفعہ کرو۔ اخیر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین تین دفعہ اس طرح دھوؤ کہ پہلے دایاں پیچھے بایاں۔

تیمّم

پانی نہ ملے یا جسمانی یا مالی تکلیف کا ڈر ہو تو وضو اور غسل دونوں کے عوض دل میں نیت کر کے تیمّم کر لینا چاہیے اس کی ترکیب یہ ہے۔ پہلے پاک مٹی یا ایسی چیز پر جس پر مٹی ہو دونوں ہاتھ مار کر ایک مرتبہ سارے منہ پر ملو پھر دوسری مرتبہ مٹی یا مٹی والی چیز پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھ کہنیوں تک ملو[1] اور اخیر میں وضو اور تیمّم کے بعد یہ پڑھو اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ. ایک حدیث میں ہے کہ اس کے بعد یہ بھی پڑھیں اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ التَّوَّابِيۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ ۔

[1] احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک بار زمین پر ہاتھ مار کر مُنہ پر مسح کرنا اور دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک مسح کر لینا بھی جائز ہے۔

اذان

نماز کے پانچوں وقت مسجد میں اذان کہی جاتی ہے۔ اذان کہنے والے کو مؤذن کہتے ہیں۔ مؤذّن منہ قبلہ کی طرف کرے اور کانوں میں شہادت کی انگلی رکھے اور بلند آواز سے کہے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُo اَللّٰہُ اَکۡبَرُo اَللّٰہُ اَکۡبَرُo اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [۱] o اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ o اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ o اس کے بعد منہ دائیں طرف کر کے یہ کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ o حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ o پھر بائیں طرف منہ کر کے یہ کہے۔ حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ o حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ o اس کے بعد پھر قبلہ کی طرف منہ کرے اور یہ کہے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ o اَللّٰہُ اَکۡبَرُ o لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ o

صبح کی نماز میں حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ دو دفعہ کہے۔ مسجد کے باہر بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہو تو پہلے اذان پڑھ لینی چاہیے۔

جب اذان کہی جاوے تو کھیل کود، کام کاج اور بات چیت کو چھوڑ کر اسے پوری توجہ سے سنو اور جو لفظ اذان دینے والا کہے وہ تم بھی آہستگی سے کہتے جاؤ مگر جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ کہے تو تم کہو لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

اذان کہے جانے کے بعد یہ دعا پڑھو اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعۡوَۃِ التَّآمَّۃِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِالۡوَسِیۡلَۃَ وَالۡفَضِیۡلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیۡعَۃَ وَابۡعَثۡہُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَا نِالَّذِیۡ وَعَدۡتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ

پھر نماز جماعت سے پڑھو

جائز ہے کہ لڑکیاں اور عورتیں گھر میں نماز پڑھ لیں اور جماعت کر لیں۔

---

[۱] دونوں شہادتوں کو ختم کر کے پھر دُہرانا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

نماز کے اوقات

فجر کی نماز کا وقت پَو پھٹنے سے سورج کے نکلنے تک ہے اور اس میں پہلے دو سنتیں پھر دو فرض پڑھنے چاہئیں۔

ظہر کی نماز کا وقت دوپہر ڈھلنے سے لے کر اصلی سایہ کے سوائے اور علاوہ ہر ایک چیز کا سایہ اپنی لمبائی کے برابر ہونے تک۔ اس میں چار سنتیں پہلے پھر چار فرض ہیں۔ اس کے بعد دو سنتیں پڑھے یا چار دو، دو کر کے پڑھے۔

عصر کی نماز کا وقت ظہر کے بعد سے صحیح وقت تو وہاں تک ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہو جائے۔ زرد دھوپ کے وقت عصر کا پڑھنا شریعت نے ایسا ناپسند کیا کہ ایسے کاہل کو منافق کے لفظ تک (کہنے سے) دریغ نہیں کیا اور ضرورت کا وقت سورج کے ڈوبنے تک ہے۔ اس میں چار فرض ہیں اور اس کے بعد مغرب تک کوئی نماز جائز نہیں ہاں عصر کے چار فرضوں سے پہلے اگر چار سنتیں پڑھ لے تو بڑی عمدہ بات اور موجب جنت ہے۔

مغرب کی نماز کا وقت سورج کے ڈوب جانے کے بعد ہے۔ اس میں تین فرض اور دو سنتیں ہیں۔ مغرب کا آخری وقت شفق کے غروب تک ہے۔

شفق اس سرخی کو بھی کہتے ہیں جو سورج ڈوبنے کے بعد مغرب کی طرف نظر آتی ہے[1] اور لغاتِ عرب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شفق نام اس سفیدی کا بھی ہے جو سورج ڈوبنے کے بعد مغرب کی طرف دیر تک نظر آتی ہے۔

عشاء کی نماز کا وقت غروب شفق سے شروع ہوتا ہے۔ محدثین نصف رات تک عشاء کا وقت مانتے ہیں اور بعض فقہاء صبح صادق تک۔ اس میں چار رکعت فرض اور اس کے بعد دو رکعت سنتیں یا

---

[1] یہ معنی حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہیں۔

دو دو کر کے چار سنتیں پڑھی جائیں اور ان کے بعد وتر ہیں جو غالبًا تین پڑھے جاتے ہیں چاہے تینوں ملا کر پڑھیں۔ چاہے دو رکعت علیحدہ اور ایک رکعت علیحدہ پڑھیں۔ وتروں کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھی جاوے اور سلام پھیر کر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس دو دفعہ نرم آواز سے اور تیسری دفعہ ذرا بلند آواز سے پڑھیں۔

نماز پڑھنے کا طریق

نماز کے لئے بدن کپڑا اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔ بدن ڈھانپیں۔ اگر مرد کا ناف سے گھٹنوں تک۔ عورت کا منہ ہتھیلیوں اور قدموں کے سوا بدن کا کوئی حصہ ننگا نہ ہو۔

حضرت نبی کریم ﷺ ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز کے فرض پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ آپ کی پیروی کرے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔ نماز جماعت کے لئے پہلے اذان کہی جاتی ہے اور اس کے بعد جب نمازی جمع ہو جائیں تو مؤذّن یا اس کی اجازت سے کوئی اور شخص امام کے پیچھے پہلی صف میں قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور کانوں پر ہاتھ دھرے بغیر اقامت کہے مگر اذان کے الفاظ ذرا جلدی جلدی کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ دو دفعہ کہہ کر باقی الفاظ کہے۔

جب تکبیر ہو رہی ہو اس وقت امام اپنی جگہ پر کھڑا ہو اور مقتدی صفیں درست کرلیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خوب مل کر کھڑے ہوں۔ آگے پیچھے کوئی نہ ہو۔ پھر امام اور مقتدی سب قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں مگر امام پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور مقتدی بعد میں کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔ ہاتھ باندھنے کے لئے احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے جائیں اور یہ بھی کہ ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں (بعض مسلمان ہاتھ کھول کر بھی نماز پڑھتے ہیں)۔ پھر سب ثناء آہستہ پڑھیں۔ پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھا جائے اور اس کے بعد الحمد شریف پوری پڑھیں۔ پھر آمین کہیں۔ پھر امام الحمد شریف کے بعد کوئی سورت چھوٹی یا بڑی پڑھے۔ ظہر اور عصر کی ساری نماز میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی اخیر دو رکعت میں سب کچھ آہستہ پڑھا جائے اور صبح کے فرض اور شام کی پہلی اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں امام بلند آواز سے پڑھے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں بھی امام بلند آواز سے پڑھے اور جب امام اونچا پڑھتا ہو تو مقتدی چپکے سنا کریں البتہ مقتدی لوگ الحمد شریف آہستگی سے پڑھیں۔

وضو کے فرائض

۱۔ ایک بار منہ کا دھونا پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک۔

۲۔ ایک بار دونوں ہاتھوں کا دھونا مع کہنیوں کے۔

۳۔ ایک بار دونوں پاؤں کو مع ٹخنوں کے دھونا۔

۴۔ چوتھائی سر کا مَسح کرنا۔

وضو کے سنن

۱۔ وضو کی نیت دل میں کرے کہ نماز کے واسطے وضو کرتا ہوں۔

۲۔ وضو کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا۔

۳۔ مسواک کرنا۔

۴۔ دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا۔

۵۔ تین بار کلی کرنا۔

۶۔ تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور ناک کو صاف کرنا۔

۷۔ تین بار منہ کا دھونا۔

۸۔ تین بار ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۹۔ تمام سر کا مَسح کرنا۔

۱۰۔ سر کے پانی سے دونوں کانوں کا مَسح کرنا۔

۱۱۔ دونوں پاؤں کو مع ٹخنے کے تین بار دھونا۔

۱۲۔ ترتیب سے وضو کرنا۔

۱۳ پے در پے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھو لے

نواقضِ وضو

۱۔ پیشاب کرنا۔

۲۔ پاخانہ پھرنا۔

۳۔ کسی عضو سے خون یا پیپ کا اس قدر نکلنا کہ بہ جائے[1]۔

۴۔ چت یا کروٹ لے کر سو جانا۔

۵۔ کسی چیز سے سہارا لگا کر اس طرح سو جانا کہ وہ ہٹا لی جائے تو سونے والا گر پڑے۔ اگر نماز میں کھڑے کھڑے اور رکوع اور سجدہ میں کوئی سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۶۔ بے ہوشی۔

۷۔ مستی۔

۸۔ جنون۔

۹۔ بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اونٹ کے گوشت کھانے پر وضو کیا جائے۔

۱۰۔ نیز عورت کے مس سے بھی۔

غسل کے فرائض

۱۔ کلی کرنا۔

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۳۔ سارے بدن پر ایک بار پانی ڈالنا۔

غسل کی سنتیں

۱۔ دونوں ہاتھوں کا مٹی مل کر دھونا۔

۲۔ بدن سے ناپاکی دور کرنا۔

---

[1] یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

۳۔ وضو کرنا۔

۴۔ تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

تیمّم کن صورتوں میں جائز ہے

۱۔ پانی نہ مل سکے۔

۲۔ پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ پانی کے استعمال سے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

۴۔ پانی پر دشمن یا درندہ جانور کا ڈر ہو۔

۵۔ پانی صرف پینے کے لائق ہو۔ کنوئیں میں سے پانی کھینچنے کا سامان موجود نہ ہو یا اس پر مال بے جا اور زیادہ خرچ ہو۔

فرائض نماز

چھ، نماز شروع کرنے سے پہلے ہیں جن کو شرائط کہتے ہیں اور سات، نماز کے اندر ہیں جن کو ارکان کہتے ہیں۔

شرائط نماز

۱۔ بدن کا پاک ہونا۔

۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔

۳۔ جہاں نماز پڑھی جائے اس جگہ کا پاک ہونا۔

۴۔ ستر ڈھانکنا۔

۵۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

۶۔ نماز کی نیت کرنا مگر صرف دل میں زبان سے نہیں۔

ارکان نماز

۱۔ نماز کے شروع میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا جس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

۲۔ کھڑا ہونا جس کو قیام کہتے ہیں۔

۳۔ قراءت یعنی کچھ کلام اللہ پڑھنا۔

۴۔ رکوع۔

۵۔ سجدہ۔

۶۔ قعدۂ اخیرہ یعنی نماز کے آخر میں بیٹھنا۔

۷۔ قصداً نماز ختم کرنا۔

شرائط نماز کے مسائل

۱۔ اگر زخم سے ہر وقت خون وغیرہ نکلتا ہو یا ہر وقت نکسیر چلتی ہو یا پیشاب کے قطرے آتے ہوں تو ان صورتوں میں نماز ترک نہ کرنی چاہیے۔ایک بار وضو کر کے پڑھ لینی چاہیے۔

۲۔ مرد کا ستر ناف کے نیچے تک ہے اور زانو بھی سَتر میں داخل ہے۔عورت کے لئے سوائے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور منہ کے تمام بدن کا سَتر ہے اور اگر ستر کے حصہ میں سے چوتھائی کھل جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۳۔ اگر کپڑے پاک نہ ہوں اور ان کے دھونے کا بھی کچھ سامان نہ ہو تو ناپاک کپڑوں سے ہی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ترک نہ کریں۔

۴۔ اگر نماز ایسی جگہ ہو کہ قبلہ معلوم نہ ہو سکے یا شب کی تاریکی ہو یا اور کوئی آدمی نہ ملے جس سے قبلہ کا رخ پوچھ سکیں تو ایسے وقت میں دل میں سوچیں کہ قبلہ کس طرف ہو گا جس طرف دل شہادت دے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔

ارکان نماز کے مسائل

۱۔ اگر نمازی کسی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کے نماز پڑھ لے۔قراءت میں کم از کم ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں ہونی چاہئیں۔

۲۔ قعدہ میں اس قدر بیٹھنا فرض ہے کہ جتنی دیر میں التحیات پڑھ سکیں۔

واجباتِ نماز[1]

۱۔ اَلحَمدُ پڑھنا۔

۲۔ اَلحَمدُ[2] کے بعد کوئی سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔

۳۔ تمام ارکان نماز کو ٹھیر ٹھیر کر ادا کرنا اس کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔

۴۔ چار رکعتی یا سہ رکعتی نماز میں دو رکعت کے بعد بیٹھنا اس کو قعدۂ اولیٰ کہتے ہیں۔

۵۔ دونوں قعدوں میں خواہ اولیٰ ہو خواہ آخری میں التحیات پڑھنا۔

۶۔ جمعہ اور عیدین اور مغرب وعشاء اور صبح کی نماز میں امام کا قراءت کو بلند آواز سے پڑھنا۔جو شخص تنہا نماز پڑھے اسے اختیار ہے کہ ان وقتوں میں قراءت آہستہ پڑھے یا آواز سے۔ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت آہستہ پڑھنا۔

۷۔ جو فرض اور واجب بار بار ہر رکعت میں آتے ہیں انہیں ترتیب سے ادا کرنا۔

۸۔ فرض کی دو پہلی رکعتوں میں قراءت ضرور پڑھنا۔اخیر نماز میں سلام پھیرنا۔ان کے علاوہ وتروں کی تیسری رکعت میں دعاءِ قنوت پڑھنا اور نیز عیدین میں کئی بار اَللّٰہُ اَکبَرُ کہنا بھی واجب ہے یعنی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین بار اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین بار احادیث سے یہ بھی جائز معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات بار اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ بار اَللّٰہُ اَکبَرُ کہے۔

---

[1] عملی طور پر فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں۔

[2] الحمد تمام کلمات اللہ کی قائمقام ہے اور اس کے سوا اور کلام الحمد کے قائمقام نہیں۔

سنن نماز

۱۔ رفع یدین یعنی نماز کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا اس طرح کہ انگوٹھا کان کی لَو سے چھو جائے یا اس کے سامنے ہو اور باقی انگلیاں نہ بہت کشاہ ہوں نہ بند۔

۲۔ دونوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا اس طرح کہ ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑ لیں۔ احادیث صحیحہ سے ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا بھی ثابت ہے۔

۳۔ نماز کے شروع میں ثناء پڑھنا۔

۴۔ ثناء کے بعد تعوذ پڑھنا۔

۵۔ ہر رکعت کے شروع میں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** پڑھنا۔

۶۔ **اَلْحَمْدُ** کے بعد آمین کہنا۔

۷۔ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جاتے وقت سوائے قومہ کے **اَللّٰـهُ اَكْبَرُ** کہنا اس کو تکبیرات انتقالات کہتے ہیں۔

۸۔ رکوع میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** تین، پانچ، سات بار کہنا۔

۹۔ رکوع سے کھڑے ہو کر **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ** کہنا اس کو **تَسْمِيْع** کہتے ہیں اور مقتدی کو **رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** اور تنہا نماز پڑھنے والے کو فقط تسمیع یا دونوں کہنا۔

۱۰۔ سجدہ میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى** تین، پانچ، سات بار کہنا۔

۱۱۔ التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا۔

۱۲۔ درود شریف کے بعد کوئی دعا[۱] پڑھنا ہر شخص اپنی اپنی زبان میں دعا مانگ لے۔

---

[۱] اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ سجدہ اور رکوع میں **سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ** بھی پڑھا کرتے تھے بلکہ آخر یہی پڑھا

مفسداتِ نماز

۱۔ نماز میں بات چیت کرنا۔

۲۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے آواز سے رونا، بے اختیار حالت کا یہ حکم نہیں، اگر خدا کے حکم سے روئے گا تو نماز نہ جائے گی۔

۳۔ اپنے امام کے سوا کوئی اور قرآن پڑھنے میں بھولے تو اسے بتانا۔ اپنے امام کو بتانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۴۔ نماز میں کچھ کھانا پینا۔ بہت سا کام وہ ہے جس کو طرفاً بڑا کام سمجھا جاوے اور جسے دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

مکروہاتِ نماز

۱۔ چادر یا رضائی کو سر یا کاندھے پر اس طرح ڈالنا کہ ان کے کنارے لٹکتے رہیں یا کوٹ اور لبادہ وغیرہ کو بغیر آستین میں ہاتھ ڈالے ہوئے اوڑھنا۔

۲۔ پیشانی سے مٹی کو پونچھنا۔

۳۔ کپڑے کو مٹی سے بچانے کے لئے سمیٹنا یا اٹھانا۔

۴۔ ننگے سر نماز پڑھنا۔

۵۔ پیشانی کے سامنے سے بلاضرورت کنکری یا مٹی کو ہٹانا البتہ اگر سجدہ ہی نہ ہو سکے تو ایک بار ہٹانا درست ہے۔

۶۔ انگلیوں کا نماز میں چٹخانا۔

۷۔ نماز میں دائیں بائیں طرف یا آسمان کی طرف دیکھنا۔

۸۔ نماز میں جمائی یا انگڑائی آوے تو حتی الامکان روکو۔

۹۔　سجدہ کے وقت دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھا دینا یا پیٹ کو ران سے ملانا۔

۱۰۔　بلاضرورت کھانسنا اگر کھانسی نہ رک سکے تو مضائقہ نہیں ہے۔ پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔ ان سے فارغ ہوکر اطمینان سے نماز پڑھنی چاہیے بلکہ کھانا سامنے ہو تو کھا کر پڑھے۔

ایمانداری کی باتیں

۱۔　اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور یقین کرنا کہ وہ ایک ہے۔ تمام عیبوں سے پاک تمام صفات کاملہ سے موصوف سب کا مالک۔ رب، رحمٰن، رحیم، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

۲۔　اس کے ملائکہ پر ایمان لانا کہ جب دل میں نیکی کی تحریک کریں تو اس پر عمل کرے۔

۳۔　اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔

۴۔　اس کے انبیاء پر اور اس بات پر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں ایمان لانا اور آپ تمام کمالات نبوت کے جامع تھے۔

۵۔　بعث بعد الموت پر ایمان لانا۔

۶۔　تقدیر پر ایمان لانا کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک اندازہ ہے اور اس کی مقدار ہے۔ پس جیسا کوئی کرے گا ویسا پھل پائے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمام اشیا و واقعات کا علم ہے۔

۷۔　جزا و سزا پر ایمان لانا۔

دینداری کی باتیں

۱۔　اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا زبان سے اقرار کرنا۔

۲۔　نماز پڑھنا۔

۳۔　زکوٰۃ دینا۔

۴۔　روزہ رکھنا۔

۵۔ توفیق ہو توحج کرنا۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (قلم سے یا زبان سے)

۶۔ دشمن اگر دین سے روکے تو بشرط طاقت اور سلطنت کے اس کا مقابلہ کرنا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو کہ اسے تم دیکھتے ہو یا وہ تمہیں دیکھتا ہے۔

۸۔ اخلاق فاضلہ کا پابند ہونا۔

۹۔ بُرائیوں سے بچنا۔

۱۰۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھنا۔

۱۱۔ احسانات الٰہی کا شکر ادا کرنا۔

۱۲۔ تواضع اور فروتنی اختیار کرنا۔

۱۳۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر رحم کرنا۔

۱۴۔ شیخی اور گھمنڈ کا ترک کرنا۔

۱۵۔ حسد اور کینہ اور بے محل غضب کا ترک کرنا۔

۱۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اس کا سمجھنا۔

۱۷۔ لغو اور فضول باتوں سے دور رہنا۔

۱۸۔ ہر وقت پاک وصاف رہنا۔

۱۹۔ سَتر کو چھپانا۔

۲۰۔ موقع پر سخاوت کرنا اور کھانا کھلانا۔

۲۱۔ عزیزوں اور قریبیوں کا حق ادا کرنا۔

۲۲۔ خلق میں اصلاح کرتے رہنا۔

۲۳۔ اچھے کاموں میں امداد اور کوشش کرتے رہنا اور کسی حاجت مند کی بقدر امکان خبر گیری اور امداد کرنا۔

۲۴۔ پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا۔

۲۵۔ معاملہ صاف رکھنا۔

۲۶۔ اپنا حق لینے میں سختی نہ کرنا۔ دوسروں کا حق دینے میں حیلہ یا سستی نہ کرنا۔

۲۷۔ مال کا موقع پر صرف کرنا۔ مال کو فضول خرچ نہ کرنا۔

۲۸۔ سلام کا جواب دینا۔

۲۹۔ مریض کی عیادت کرنا۔

۳۰۔ جب کسی مسلمان کو چھینک آوے اور وہ **الحمدللہ** کہے تو جواب میں **یَرْحَمُكَ اللّٰهُ** کہنا۔

۳۱۔ تکلیف والی چیز کو راستہ سے ہٹانا۔

گناہ کبائر

۱۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

۲۔ خون ناحق کرنا۔

۳۔ ماں باپ کو ایذا پہنچانا۔

۴۔ یتیموں کا مال کھانا۔

۵۔ شراب پینا۔

۶۔ ظلم کرنا۔

۷۔ کسی کو پیٹھ پیچھے برائی سے یاد کرنا۔

۸۔ کسی کے حق میں بے وجہ بددعا کرنا۔

۹۔ اپنے کو غیروں سے بے وجہ اچھا جاننا۔

۱۰۔ کسی سے وعدہ کرکے پورا نہ کرنا۔

۱۱۔ کسی کی امانت میں خیانت کرنا۔

۱۲۔ سچی گواہی کو چھپانا۔

۱۳۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۱۴۔ جھوٹ بولنا۔

۱۵۔ چوری کرنا۔

۱۶۔ بیاج کھانا۔

۱۷۔ رشوت لینا۔

۱۸۔ کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا۔

۱۹۔ کسی کی عیب جوئی کرنا۔

۲۰۔ نجومی کی باتوں کو سچا جاننا۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ زمانے کی قسم۔ یقیناً انسان ایک بڑے گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور حق پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور صبر پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ قریش میں باہم ربط پیدا کرنے کے لئے۔ (ہاں) اُن میں ربط بڑھانے کے لئے (ہم نے) سردیوں اور گرمیوں کے سفر بنائے ہیں۔ پس وہ عبادت کریں اس گھر کے ربّ کی۔ جس نے اُنہیں بھوک سے (نجات دیتے ہوئے) کھانا کھلایا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ﴿۲﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ﴿۳﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ﴿۴﴾ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ﴿۵﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ﴿۶﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ﴿۷﴾ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿۸﴾

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ پس وہی شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس اُن نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت ہو جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں اور روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بھی (لوگوں سے) روکے رکھتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾
اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ﴿۲﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴿۳﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۴﴾

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ پس اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھ اور قربانی دے۔ یقیناً تیرا دشمن ہی ہے جو اَبتر رہے گا۔

سُوْرَۃُ الْکَافِرُوْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۱

قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝۲ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۳ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۴ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۵ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۶ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝۷

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ کہہ دے کہ اے کافرو! میں اُس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں کبھی اُس کی عبادت کرنے والا نہیں بنوں گا جس کی تم نے عبادت کی ہے۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے بنو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

سُوْرَۃُ النَّصْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۱

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝۲ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝۳ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۝۴

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ اور تُو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔ پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کر اور اُس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۲ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۳ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۴ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۵

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۲ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۵ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۶

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے کہ میں (چیزوں کو) پھاڑ کر (نئی چیز) پیدا کرنے والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اُس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔ اور اندھیرا کرنے والے کے شر سے جب وہ چھا چکا ہو۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

سُوْرَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۲ مَلِكِ النَّاسِ ۝۳ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۴ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۵ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۶ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۷

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے کہ میں انسانوں کے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ انسانوں کے بادشاہ کی۔ انسانوں کے معبود کی۔ بکثرت وسوسے پیدا کرنے والے کے شرّ سے، جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ وہ جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو (یعنی بڑے لوگوں میں سے) یا عوام الناس میں سے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (آیات ۱ تا ۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

الٓمّٓ ۝۲ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۴ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۵ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۶

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ أَنَا اللّٰهُ أَعْلَمُ: میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ یہ ’’وہ‘‘ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتارا گیا اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اور یہی ہیں وہ جو فلاح پانے والے ہیں۔

اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَ بُوْهَا

مبادی الصّرف

والنّحو

از تصنیف حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ

زَادَ فَیْضُہٗ

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں چھپوا کر شائع کیا

مورخہ ۲۰ / جون ۱۹۰۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَآلِهٖ مَعَ التَّسْلِيْمِ

پہلا سبق

(۱) بولی یا زبان

لفظی یا تحریری جس طریق سے انسان اپنے خیالات کو ظاہر کرتا ہے اس کا نام بولی یا زبان ہے۔ اور یہ اظہار خیالات دو طرح پر ہوتا ہے۔ بول کر یا لکھ کر۔

پس زبان یا بولی کی یہ دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقریری اور (۲) تحریری

(۲) علم القواعد

جس علم اور جن قواعد کے سبب سے کسی زبان کو درست لکھ سکتے یا صحیح بول سکتے ہیں وہ اس زبان کی گرامر یا قواعد کہلاتے ہیں۔

(۳) کلمہ یا قول مفرد

انسان جو کچھ بولتا ہے وہ ایک بامعنی لفظ ہو تو قول مفرد یا رواجاً کلمہ کہلاتا ہے۔ ورنہ کلمہ تو ایسا ہوتا ہے جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور جیسے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ پس کلمہ دراصل تو کسی مفید جملہ کو کہتے ہیں مگر نحو کے لوگوں نے اصطلاحاً کلمہ قول مفرد کو کہا ہے۔

(۴) علم صرف

ایک بامعنی لفظ کو رنگ برنگ کے معانی کے لئے مختلف شکلوں میں لانے کے قواعد کا نام علم صرف ہے۔ اور فائدہ اس علم کا یہ ہے کہ ایک لفظ کے معنے معلوم ہونے سے اسی قسم اور جماعت کے بہت سے الفاظ کے معنے معلوم ہو جاتے ہیں اور ایک معنے کے لفظ معلوم ہونے سے بہت سے الفاظ اسی قسم

کے معلوم ہو جاتے ہیں گویا صرف کا علم زبان دانی کی ریل ہے۔ یاد رہے علم صرف علم قواعد کی ایک شاخ ہے۔

سوالات

(۱) زبان کس کو کہتے ہیں۔ (۲) زبان کی کتنی قسمیں ہیں۔ (۳) کسی زبان کی قواعد سے کیا مراد ہوتی ہے۔ (۴) قول مفرد کس کو بولتے ہیں۔ (۵) کلمہ اصل میں کس کو بولتے ہیں۔ (۶) کلمہ کے عام معنے بتاؤ۔ (۷) علم صرف کس کو کہتے ہیں۔ (۸) اس علم سے فائدہ کیا ہے۔

دوسرا سبق

پہلے سبق میں بتایا گیا ہے کہ انسان جو با معنی لفظ بولتا ہے اس کا نام رواجاً کلمہ ہو گیا ہے۔ اب غور کرو کہ انسان جب بولتا ہے تو وہ با معنی الفاظ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ یا تو لفظ کسی چیز کا نام ہوتے ہیں یا کسی کام کے ہونے یا واقع ہونے کو ظاہر کرتے ہیں یا دو لفظوں کا باہمی تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی مثال تمہاری اپنی بولی میں تو یہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ اس فقرہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام ہے اس نبی کا جو تمام نبیوں کا سردار اور سب کا خاتم ہیں اور مکہ اور مدینہ نام ہے دو شہروں کا۔ چلے گئے ایک لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام کو ظاہر کرتا ہے اور سے ایک لفظ ہے جو اس کام کا علاقہ مکہ اور مدینہ سے ظاہر کرتا ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قول مفرد یا کلمہ کے تین قسم ہوتے ہیں **اِسم۔ فعل اور حَرف۔**

۱۔اسم جو نام ہو کسی شے کا جیسے اللہ، محمد، ملک، نبی، رسول، کتاب، تقدیر، مکہ، مدینہ، جزا، قیامت، جنت، جہنم، ایمان، کفر، شرک، نفاق، صدق، اخلاص، حسن، احسان، علم، عمل، احمد، قادیان وغیرہ۔

۲۔فعل وہ لفظ ہے جو ظاہر کرے کہ فلاں کام کسی سے ہو چکا یا ہوتا ہے یا کسی سے ہو گا یا کسی کے

ساتھ قائم ہوا یا ہے یا ہوگا۔ جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ (ایمان لایا میں ساتھ اللہ کے) یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (ایمان لا رہے ہیں یا لائیں گے ساتھ غیب) اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (فرمانبردار ہو چکا میں ربّ العالمین کا)

۳۔ حرف وہ لفظ ہے جو دوسرے لفظوں کے ملنے سے اپنا مفہوم ظاہر کرے اور ان کے تعلقات کو بتائے جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ سِرْتُ مِنْ بَیْتِیْ اِلٰی مَکَّۃَ وَ صَلَّیْتُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ بہرحال حرف اصطلاحاً دو چیزوں کے باہم رشتہ وتعلق کو پیدا کر دیتا ہے۔

سوالات

(۱) قول مفرد کی کتنی قسمیں ہیں۔ (۲) ہر ایک قسم کی تعریف کرو۔ (۳) اسم کی سات مثالیں دو۔ (۴) پانچ فعل بیان کرو۔ (۵) حرف کی مثال۔ (۶) ان فقرات میں سے اسم۔ فعل اور حرف جدا جدا کرو۔ (الف) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَ سَلِّمْ ۔ (ب) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً ۔ (ج) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ۔

تیسرا سبق

ا۔ اسم کی پھر تین قسمیں ہیں۔ یہ تقسیم اُس کی بناوٹ کے لحاظ سے ہے۔ جامد۔ مصدر اور مشتق۔

(الف) **جامد** وہ اسم ہے جو نہ کسی لفظ سے بنا ہو اور نہ اس سے کوئی لفظ بنے مثلاً فعل وغیرہ سے۔

(ب) **مصدر** وہ اسم ہے جو کسی کام کو کسی سے ہونے یا کرنے کو بتائے یا کسی چیز پر کسی بات کے وقوع کو ظاہر کرے جیسے اَلْعِلْمُ (جاننا) اَلْحَمْدُ (ستائش کرنا)

(ج) **اسم مشتق** وہ اسم ہے جو مصدر سے بنایا جاوے اور مصدر کے معنے اور اصلیت اس میں پائی جائے جیسے عَالِمٌ مصدر علم کے معنے ہیں جاننا اس سے اسم مشتق عالم کے معنے جاننے والا۔ معلوم کے معنے جانا گیا وغیرہ ایسا ہی حمد کے معنے تعریف کرنا، محمد کے معنے تعریف کیا گیا،

حامد تعریف کرنے والا، احمد کے معنے بہت اچھا۔

۲۔ جامد سے تو چونکہ کوئی لفظ بنتا ہی نہیں اس کا ذکر سر دست چھوڑ دو۔ مصدر اور اسم مشتق کی کئی قسمیں ہیں۔ مصدر کی اقسام فعل کی بحث میں بتائیں گے اسم مشتق کی یہ اقسام ہیں۔

(الف) اسم فاعل۔ صفت مشبہ۔ مبالغہ

(ب) اسم مفعول (ج) ظرف زمان۔ ظرف مکان (د) اسم آلہ (ہ) اسم زیادت یا اسم تفضیل۔

۳۔ پھر اسم یا کسی خاص چیز کا نام ہوتا ہے یا عام نام جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خاص رسول کا نام ہے) مکہ خاص شہر کا نام۔ رَجُلٌ آدمی، ہر آدمی کو رَجُلٌ کہتے ہیں۔ فَرَسٌ ہر گھوڑے کو فَرَسٌ کہیں گے۔ پس معنوں کے لحاظ سے اسم کی دو اور قسمیں ہیں **معرفہ** اور **نکرہ**۔ جب خاص شے کا نام ہو تو **معرفہ** کہلاتا ہے عام ہو **نکرہ**۔

سوالات

(۱) بناوٹ کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں؟ (۲) جامد۔ مصدر۔ مشتق کی تعریف کرو اور مثال دو۔ (۳) اسم مشتق کے اقسام کتنے ہیں ان کا کیا کیا نام ہے؟ معنوں کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کی مثال دو۔

چوتھا سبق

واحد۔ تثنیہ اور جمع

۱۔ اسم کبھی واحد کہلاتا یا تثنیہ اور جمع۔ پس معنے میں تعداد کے لحاظ سے ایک کے معنے دے تو واحد۔ دو کے معنے دے تو تثنیہ اور دو سے زیادہ کے معنے دے تو جمع کہلاتے ہیں۔ جیسے رَجُلٌ (ایک مرد) رَجُلَانِ (دو مرد) رِجَالٌ (بہت مرد)۔

۲۔ تثنیہ بنانے کا عام قاعدہ یہ ہے کہ واحد کے آخر میں الف اور نون زیر والا لگانے سے تثنیہ ہو جاتا ہے۔ جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور ین بھی لگاتے ہیں جیسے رَجُلَيْنِ۔

۳۔ جمع بنانے کا عام قاعدہ یہ ہے کہ جمع مذکر کی صورت میں وْ نَ یا یْنَ سے بنے گی اور مؤنث کے لئے اتٌ اور اتٍ کے لگانے سے۔ جیسے مذکر کی مثال مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنُوْنَ و مُؤْمِنِیْنَ اور مؤنث کی مثال مُؤْمِنَةٍ سے مُؤْمِنَاتٍ۔

فائدہ۔ ۱۔ یادرکھو اگر واحد کے آخر۔ ۃ۔ علامت تانیث کی ہوگی تو جمع میں گر جائے گی جیسے اوپر کی مثال میں۔

فائدہ۔ ۲۔ تثنیہ اور جمع کے ین میں تمیز کرنے کے واسطے یادرکھو کہ تثنیہ میں یائے مجہول پڑھی جائے گی اور جمع میں یائے معروف۔ مُسْلِمَیْنِ (تثنیہ) مُسْلِمِیْنَ جمع ہے۔

سوالات

(۱) واحد اور تثنیہ اور جمع کس کو کہتے ہیں؟ (۲) تثنیہ بنانے کا عام قاعدہ کیا ہے؟ مثال دے کر بتاؤ۔ (۳) جمع بنانے کا عام قاعدہ مثال دے کر بتاؤ۔ (۴) تثنیہ اور جمع کے ین میں کس طرح تفریق کروگے۔ (۵) اگر واحد کے آخر، ت تانیث کی ہو تو جمع میں رہے گی یا گرے گی۔ (۶) ان فقرات میں واحد، تثنیہ، جمع الگ کر کے دکھاؤ۔ (الف) بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (ب) اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاْ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا۔ (ج) اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ۔ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ۔

پانچواں سبق

مذکر اور مؤنث

۱۔ نر کو مذکر اور مادہ کو مؤنث کہتے ہیں۔ مگر الفاظ میں مذکر، مؤنث کی شناخت علامات سے ہوتی ہے۔

۲۔ مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور لفظی۔ حقیقی مؤنث وہ ہے جس کا نر جاندار ہو جیسے اِمْرَءَةٌ (عورت) کہ اس کا اِمْرُءٌ (مرد) کہلاتا ہے۔

۳۔ لفظی مؤنث وہ ہے جس کا نر جاندار نہ ہو بلکہ لفظاً وہ مؤنث ہو جیسے ظُلْمَةٌ (اندھیرا)

پھر لفظی کی دو قسمیں ہیں ۔ اوّل یہ کہ علامت تانیث لفظوں میں ہو۔ یہ قیاسی کہلاتی ہے۔ دوم علامت تانیث لفظوں میں نہ ہو جیسے اَرْضٌ (زمین) اس کا نام سماعی مؤنث ہے۔

۴۔ مؤنث کی عام علامت ۃ ہے۔ پس عام قاعدہ مؤنث بنانے کا یہی ہے کہ مذکر کے آخر ۃ لگا دی جائے جیسے عَالِمٌ سے عَالِمَۃٌ مگر جن الفاظ کے آخر الف بشکل ی ہو وہ ۃ لگانے کے وقت الف گر جائے گا۔ جیسے فَتیً (جوان لڑکا) فَتَاۃٌ (جوان لڑکی)

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ مؤنث بولے جاتے ہیں۔

(الف) عورتوں کے نام اور وہ الفاظ جو عورتوں کے لئے خاص ہیں جیسے خدیجۃ۔ اخت۔ عروس - حائض - طامث -

(ب) اسمائے مشتقہ جن کے آخر ۃ داخل ہو۔ جیسے عَالِمَۃٌ ۔

(ج) جن اسموں کے آخر ی آئے۔ جیسے سُلْمٰی (عورت کا نام) حَسَنَاء (بہت خوبصورت) مگر جب ی اصل لفظ کا جزو ہو تو مؤنث نہ سمجھ لینا جیسے موسیٰ۔

(د) جن اسموں کے آخر اءٌ آوے جیسے صحراءٌ (جنگل)۔

(ہ) ملکوں اور شہروں کے نام جیسے مصر و مکہ۔

(و) ہوا، آگ، شراب وغیرہ کے نام جیسے رِیْحٌ (ہوا) شمالٌ (بادشمال) نَارٌ (آگ) خُمْرٌ (شراب)

(ز) جسم کے دہرے اعضاء ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ وغیرہ اکثر مؤنث ہیں۔

(ح) کل جمع مؤنث ہوتی ہیں

سوالات

(۱) مؤنث حقیقی، لفظی، سماعی اور قیاسی کی تعریف کرو۔

(۲) مؤنث کی عام علامت کیا ہے۔

(۳) مؤنث بنانے کا کیا قاعدہ ہے مثال دے کر بتاؤ۔

(۴) وہ کون سے اسماء ہیں جو مؤنث بولے جاتے ہیں۔

تعریف علم صرف

ایک لفظ کو رنگ برنگ معانی کے لئے مختلف شکلوں میں لانے کے قواعد کو علم صرف کہتے ہیں۔

فائدہ صرف

اس علم کا فائدہ یہ ہے۔ ایک لفظ کے معنے معلوم ہونے سے اس لفظ کی جماعت کے معانی معلوم ہو سکتے ہیں۔ دیکھو فقرہ نمبر ۴ سبق پہلا۔

چھٹا سبق

فعل کی تعریف

فعل وہ لفظ ہے جو ظاہر کرے کہ فلاں کام کسی سے ظاہر ہو چکا یا ہوتا ہے یا ہوگا یا کسی کے ساتھ قائم ہوا یا ہے یا ہوگا اور ایسے فعل کو فعل معلوم کہتے ہیں جیسے اٰمَنَ[۱] ۔ نَعْبُدُ[۲]۔ نَسْتَعِیْنُ[۳] ۔

یا یہ بتاوے کہ فلاں بات کسی پر واقع ہو چکی یا واقع ہو رہی ہے یا واقع ہوگی تو اسے فعل مجہول کہتے ہیں جیسے عُلِمَ[۴] ۔ یُنْصَرُ[۵]

اقسام فعل

فعل کے اقسام ۱۔ ماضی ۲۔ حال و ۳۔ مستقبل ۔ حال و مستقبل کو مضارع بھی کہتے ہیں۔ ۴۔ امر ۵۔ نہی ۶۔ جحد ۷۔ نفی اور فعل تعجب فعل کے اقسام ہیں نیز فعل لازم ہوتے ہیں جیسے جَلَسَ۔ حَسُنَ۔ کَرُمَ۔ اٰمَنَ اور متعدی جیسے عَبَدَ۔ وَحَّدَ اور اَشْرَكَ۔ نَصَرَ اور طَلَبَ ۔ نیز فعل کبھی ثلاثی

---

۱ امن کے معنی ہیں کہ ایمان فلاں شخص سے ظاہر ہو چکا۔

۲ عبادت کا فعل ہم سے ظاہر ہوتا ہے اور ہوگا۔

۳ مدد طلب کرنے کا فعل ہم سے ظاہر ہوتا ہے یا ہوگا۔

۴ جانا گیا۔

۵ مدد دیا گیا۔

جیسے نَصَرَ اور عَلِمَ اور رباعی جیسے بَعْثَرَ[۱]۔خماسی جیسے اِنْفَطَرَ[۲] اور سُداسی جیسے اِسْتَخْرَجَ ۔
یہ بات بھی یاد رہے کہ فعل اور اسم بھی کبھی صحیح ہوتا ہے۔جیسے صَلُحَ اور رَشَدَ یا عِلْمٌ اور رُشْدٌ ۔

اور مہموز جیسے اٰمَنَ ، أَمْنٌ ، سَأَلَ ، سُؤُولٌ ، قَرَءَ ، قُرْءٌ

اور مضاعف جیسے مَدَّ ، مَرَّ ، ضَرَّ۔ مَدٌّ ، مَرٌّ، ضَرٌّ

مثال یا مُعْتَلُّ الْفَا ۔جیسے وَعَدَ اور وَعْدٌ، یَقَنَ ، یَقْنٌ

مُعْتَلُّ الْعَیْن یا اجوف جیسے بَاعَ اور بَیْعٌ ۔قَالَ اور قَوْلٌ

ناقص جیسے رَمٰی ، رَمْیٌ ۔دَعَا ، دَلْوٌ ، خَشِیَ ، عَصَا

لفیف مفروق جیسے وَقٰی اور وَنٰی

اور لفیف مقرون جیسے شَوٰی ۔ قَوِیَ

حروف وہ لفظ ہے جو دو چیزوں کے باہمی تعلق کو ظاہر کرے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔ اَلْمُؤْمِنُ فِی الجَنَّۃِ وَ الکَافِرُ فِی النَّارِ۔ میں ل حمد اور اللہ کا تعلق اور علیٰ انعام اور انعام یافتہ لوگوں کے درمیان کا تعلق فی مومن اور جنت اور کافر و نار کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

فائدہ امتحان

سوالات

تمیز کرو۔اسماء وافعال اور حروف کی اور ان کے اقسام کی ان عبارتوں میں

خَلَقَ اللّٰہُ الْعَالَمَ بِقُدْرَتِہٖ وَ یَخْلُقُہٗ ۔ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔اٰمَنَ ۔ عَبْدُاللّٰہِ ۔ کُنْ مَعَ الصَّادِقِیْنَ ۔لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ ۔ لَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا۔

---

۱ اکھیڑا،اٹھایا۔

۲ پھٹا وہ

ساتواں سبق

ماضی وہ فعل ہے جس میں کہا جاتا ہے فلاں کام ہو چکا

		واحد	تثنیہ	جمع	
غائب	مذکر	عَلِمَ	عَلِمَا	عَلِمُوْا	ا۔و۔علامت اور ضمیر فاعل ہے
	مؤنث	عَلِمَتْ	عَلِمَتَا	عَلِمْنَ	ا۔تثنیہ اور و جمع کو ظاہر کرتی ہے
مخاطب	مذکر	عَلِمْتَ	عَلِمْتُمَا	عَلِمْتُمْ	تَ۔ تُمَا۔ تُمْ علامت و ضمیر فاعل
	مؤنث	عَلِمْتِ	عَلِمْتُمَا	عَلِمْتُنَّ	تِ۔ تُمَا۔ تُنَّ علامت و ضمیر فاعل
متکلم		عَلِمْتُ	عَلِمْنَا		تُ۔ نَا علامت و ضمیر فاعل

سہ حرفی ۔ عَلِمَ ۔نَصَرَ ۔ غَلَبَ ۔ حَسِبَ ۔ مَنَعَ ۔ كَرُمَ

چہار حرفی

ماضی	مصدر	ماضی	مصدر	ماضی	مصدر
اَكْرَمَ	اِكْرَامًا	كَرَّمَ	تَكْرِيْمًا	حَاسَبَ	مُحَاسَبَةً
دَحْرَجَ	دِحْرَاجًا				

پنج حرفی

اِكْتَسَبَ	اِكْتِسَابًا	اِنْفَطَرَ	اِنْفِطَارًا	تَصَرَّفَ	تَصَرُّفًا	تَنَاصَرَ	تَنَاصُرًا
اِحْمَرَّ	اِحْمِرَارًا	تَسَرْبَلَ	تَسَرْبُلًا				

شش حرفی

اِسْتَغْفَرَ	اِسْتِغْفَارًا	اِخْشَوْشَنَ	اِخْشِيْشَانًا	اِجْلَوَّذَ	جُلُوْذًا[1]
اِحْمَارَّ	اِحْمِيْرَارًا	اِحْرَنْجَمَ	اِحْرِنْجَامًا	اِقْشَعَرَّ	اِقْشِعْرَارًا

[1] اصل مصدر اِجْلِوَّاذًا ہے۔(ناشر)

ضرورت

استاد کو چاہیے۔مصادر کے معانی بتا کر ماضی کے مختلف الفاظ بنوائے اور مختلف الفاظ ماضی کے معانی پوچھے۔یہاں تک کہ شاگرد کے ذہن نشین ہو جائے۔

ماقبل آخر کہ زیر یا کسرہ اور پہلے جتنے متحرک ہیں ان کو ضمہ دینے سے معلوم ماضی مجہول ماضی بنتی ہے اور آخر میں دو متجانس ہوں تو ادغام کرتے ہیں۔پس نَصَرَ کا مجہول نُصِرَ ۔اِجْتَنَبَ کا مجہول اُجْتُنِبَ ۔ مَدَدَ کو مَدَّ کہتے ہیں اور مجہول اس کا مُدَّ ہے۔

مضارع وہ فعل ہے جس کے معنے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کام ہوتا ہے (یہ حال ہے) یا ہوگا (یہ استقبال ہے)

		واحد	تثنیہ	جمع	
غائب	مذکر	يَعْلَمُ	يَعْلَمَانِ	يَعْلَمُوْنَ	دونون۔نون علامت رفع میں
	مؤنث	تَعْلَمُ	تَعْلَمَانِ	يَعْلَمْنَ	پہلا نون علامت رفع دوسرا ضمیر فاعل اور علامت جمع مؤنث ہے۔
مخاطب	مذکر	تَعْلَمُ	تَعْلَمَانِ	تَعْلَمُوْنَ	ن علامت رفع و علامت فاعل
	مؤنث	تَعْلَمِيْنَ	تَعْلَمَانِ	تَعْلَمْنَ	پہلا نون علامت رفع یاء ضمیر فاعل۔ اسی طرح نون دوسرا
متکلم		اَعْلَمُ	نَعْلَمُ		

خوب غور کرو کہ ابتدا میں کیا زیادہ ہوا اور کہاں کہاں اور آخر میں کیا تغیر ہوا۔صرف چار حرفی ماضی میں علامت مضارع کو مضموم کرتے ہیں اور باقی میں مفتوح اور جہاں زائد ہمزہ ابتدا میں ہو اسے دور کرتے ہیں نیز جس ماضی کے ابتدا میں تا ہو مضارع بناتے وقت ماقبل آخر کو زبر دو و اِلّا سہ حرفی ماضی کے سوا زیر۔کسرہ کی ہے۔

اَکْرَمَ سے یُکْرِمُ ۔ اِکْتَسَبَ سے یَکْتَسِبُ ۔ تَصَرَّفَ سے یَتَصَرَّفُ ۔مضارع بنتا ہے۔ مَا ۔ لَا پہلے لانے سے منفی ۔ سَ ۔ سَوْفَ ۔ لَنْ ۔ اَنْ ۔ اِنْ لانے سے مستقبل جیسے اَلَّا یَعْلَمَ مَنْ خَلَقَ ۔ سَیَعْلَمُوْنَ ۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ لَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ ۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰہُ کُلًّا اور لام تاکید اور ما نافیہ سے حال جیسے اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ ۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا اور ماقبل آخر کو فتحہ اور حرف مضارع کو ضمہ دینے سے مضارع مجہول بنتا ہے۔

تاکید ہے جیسے ماضی میں کہا گیا ہے۔اسی طرح مضارع کی مشق کراؤ۔

آٹھواں سبق

لَمْ ۔ لَمَّا ۔ لَامِ اَمر ۔ لَاءِ نَہِی کو مضارع کے ابتدا میں لانے سے مضارع کے آخر میں جو رفع اور علامت رفع ہو اُسے دور کردو اور اس کو جزم کہتے ہیں۔اور ایسا ہی اِنْ ۔ اِذْمَا ۔اور اسمائے ذیل سے شرط اور جزا کے دونوں مضارعوں پر جزم آجاتا ہے۔ مَا ۔ مَنْ ۔ مَھْمَا ۔ مَتٰی ۔ اَیَّانَ ۔ اَیْنَ ۔ اَنّٰی ۔ حَیْثُمَا ۔ اور اَیٌّ اس لیے کہا جاوے گا۔

	جمع	تثنیہ	واحد
اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۔ لَمَّا یَذُوْقُوْا	لَمْ یَعْلَمُوْا	لَمْ یَعْلَمَا	لَمْ یَعْلَمْ
لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ ۔ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ	لَمْ یَعْلَمْنَ	لَمْ تَعْلَمَا	لَمْ تَعْلَمْ
اِنْ تُؤْمِنْ تَسْلَمْ ۔ اِذْمَا تَتَّقِ تَرْتَقِ	لَمْ تَعْلَمُوْا	لَمْ تَعْلَمَا	لَمْ تَعْلَمْ
مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ ۔ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ ۔	لَمْ تَعْلَمْنَ	لَمْ تَعْلَمَا	لَمْ تَعْلَمِیْ
اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ	لَمْ نَعْلَمْ		لَمْ اَعْلَمْ

یاد رہے اگر شرط ماضی ہو تو مضارع جو اخیر میں آیا ہے مرفوع بھی ہوسکتا ہے۔اِنْ قُمْتَ اَقُوْمُ ۔ اور اَقُمْ بھی جائز ہے۔

اَنْ - لَنْ - کَیْ - اِذَنْ مضارع کے ابتدا میں آویں تو مضارع کے رفع اور علامت رفع کو دور کرو اور جہاں آخر میں پیش تھا وہاں زبر دو۔

لَنْ یَّظْلِمَ - لَنْ یَّظْلِمَا ۔ لَنْ یَّظْلِمُوا ۔ لَنْ تَظْلِمَ ۔ لَنْ تَظْلِمَا ۔ لَنْ یَظْلِمْنَ ۔ پڑھو یادر ہے (۱) لَامِ جُحُوْد کہ جس سے پہلے کان منفی ہوتا ہے (۲) اَوْ بمعنے اِلیٰ یا اِلَّا (۳) حَتّٰی بمعنے اِلیٰ یا (۴) لام فَاءِ سَبَبِیَّۃ جو نفی یا طلب کے بعد ہو۔ واو بمعنے مَعَ کے بعد (ن) کو حذف کر دیتے ہیں۔

جیسے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ ۔ لَا کَافَّۃً اَوْ تُھْمَلَ ۔ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ ۔ لَعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۔ فَاَطَّلِعَ لَا تَنْہَ عَنْ خُلُقٍ وَ تَأْتِیَ مِثْلَہٗ

سہ حرفی ماضی کا اسم فاعل [۱]

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	فَاعِلٌ	فَاعِلَانِ	فَاعِلُوْنَ
مؤنث	فَاعِلَۃٌ	فَاعِلَتَانِ	فَاعِلَاتٌ

اسم مفعول

	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	مَفْعُوْلٌ	مَفْعُوْلَانِ	مَفْعُوْلُوْنَ
مؤنث	مَفْعُوْلَۃٌ	مَفْعُوْلَتَانِ	مَفْعُوْلَاتٌ

اور فعیل ۔ فعول ۔ مؤنث مذکر فاعل اور مفعول میں مشترک ہے جیسے شَرِیْفٌ[۱] ۔ اَکُوْلٌ[۲] ۔ قَتِیْلٌ[۳] ۔ اور رَسُوْلٌ[۴] ۔ مرد و عورت ۔ اچھا[۱] ۔ بہت کھانے والا[۲] ۔ مرا ہوا[۳] ۔ بھیجا ہوا[۴] ۔

---

[۱] ایک مشتق ہے جو مصدر سے بنتا ہے اس اسم کے لئے جسے مصدر کا صدور ہوا یا جس کے ساتھ مصدر کا قیام میں بدوں زیادت اور ثبوت کے۔

سہ حرفی ماضی کے سوا اسم فاعل مضارع کی طرح آتا ہے۔مگر حرف مضارع کو دور کر کے اس کے بدلہ میم مضموم لگا دو۔ پھر اسم فاعل میں ما قبل آخر کو کسرہ اور اسم مفعول میں ما قبل آخر کو فتح دینے سے بن جاتا ہے۔ جیسے مُکْرِمٌ ۔ مُکْتَسِبٌ۔ مُکْرَمٌ۔ مُکْتَسَبٌ۔ اور تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث کے علامات وہی رہیں گے جو سہ حرفی میں بتائے ہیں۔

اسم زیادت

اَعْلَمُ۔ اَعْلَمَانِ۔ اَعْلَمُوْنَ۔ اُخْرٰی۔ اُخْرَیَانِ۔ اُخْرَیَاتُ۔ اُخَرُ۔

فعل تعجب

مَااَعْلَمَ مُحَمَّدًا۔ وَاَعْلِمْ بِمُحَمَّدٍ۔ وَكَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔

اسم آلہ

مِفْعَلٌ۔ مِفْعَلَانِ۔ مِفْعَلَةٌ۔ مِفْعَلَتَانِ ۔ مِفْعَالٌ۔ مِفْعَالَانِ۔ اور سب کی جمع مَفَاعِلُ آتے ہیں۔

سوالات

اٰمن ۔ایمان لایا وہ ایک شخص۔کیا فعل ہے۔

نَعْبُدُ ۔عبادت کرتے ہیں ہم۔اور عبادت کریں گے ہم۔کیا فعل ہے۔

مَاتَ فُلَانٌ۔ رَحِمَ اللّٰهُ فُلَانًا۔مر گیا ہے۔اللہ اس پر رحم کرے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ۔اللہ ہی جانتا ہے جو اپنے اندر اٹھاتی ہے ہر ایک عورت۔ کہ اس کے پیٹ میں سعادت مند ہے یا اس کے خلاف۔

مَاتَ ۔ رَحِمَ۔ يَعْلَمُ۔ تَحْمِلُ۔کیا فعل ہیں۔

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا۔ اور اَمْرٌ ۔وَعَدَ۔ وَعْظٌ۔ خُلَّةٌ۔ خَشْيَةٌ۔کو کیا کیا کہا جا سکتا ہے۔

یادداشت

عِلْمٌ کے معنے ہیں جاننا	اِیْمَانٌ کے معنے یقین کرنا
کُفْرٌ کے معنے انکار کرنا	اِکْرَامٌ کے معنے عزت کرنا
تَکْرِیْمٌ کے معنے تعظیم کرنا	مُحَاسَبَۃٌ کے معنے حساب لینا
کِتَابٌ کے معنے لکھنا	اِکْتِسَابٌ کے معنے کمانا
اِنْفِطَارٌ کے معنے پھٹنا	تَصَرُّفٌ کے معنے قابو پالینا
نَصَرْتَ کے معنے مدد کی تو نے	اِسْتِغْفَارٌ کے معنے حفاظت مانگنا (پردہ چاہنا)
اِخْشِیْشَانٌ کھردرا ہونا	اِحْمَرَّ سرخ ہوا
اِحْرَنْجَمَ اکٹھا ہوا	اِقْشِعْرَارٌ رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا
یُدَحْرِجُ لڑھکاتا ہے۔	اِجْلَوَّذَ جلد چلا۔

تاکید اس طرح کے مختلف الفاظ قرآن مجید اور زبان عربی میں مشق کراؤ۔

اسم ظرف وہ مشتق ہے جو اس بات کو بیان کرے کہ فعل کس وقت اور کس جگہ واقع ہوا مثلاً مَأْمَنٌ امن کی جگہ یا امن کا وقت۔ مَجْمَعٌ جمع ہونے کا وقت یا جمع ہونے کی جگہ۔

قاعدہ

مُضَارِعٌ مَکْسُوْرُ الْعَیْنِ اور ہر ایک ایسا کلمہ جس کو مثال کہتے ہیں۔ کیا معنے جس کے فاء کلمہ واؤ یا یاء ہو اُس کی ظرف مَفْعِلٌ ہوگی جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مَضْرِبٌ۔ وَعَدَ یَعِدُ سے مَوْعِدٌ۔ وَضَعَ یَضَعُ سے مَوْضِعٌ اور مضارع مَفْتُوْحُ الْعَیْنِ اور مَضْمُوْمُ الْعَیْنِ اور ناقص اور مضاعف کا اسم ظرف مَفْعَلٌ کی طرز پر آوے گا جیسے فَتَحَ یَفْتَحُ سے مَفْتَحٌ اور نَصَرَ یَنْصُرُ سے مَنْصَرٌ۔ رَمٰی یَرْمِی سے مَرْمًی۔ دَعَا یَدْعُوْ سے مَدْعًی۔ فَرَّ یَفِرُّ سے مَفَرٌّ۔

اور چند الفاظ اپنی بعض خصوصیات کے باعث اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔ مثلاً الفاظ ذیل کا مضارع مَضْمُوْمُ الْعَیْنِ ہے مگر ظرف مَفْعِلٌ بزیر عین آیا ہے۔ جیسے مَسْجِدٌ ۔ مَنْبِتٌ۔ مَشْرِقٌ۔ مَغْرِبٌ۔ مَجْزِرٌ۔ مَنْسِكٌ۔ مَرْفِقٌ۔ مَسْقِطٌ۔ مَسْكِنٌ۔ مَطْلِعٌ۔ مَنْزِلَةٌ۔ مَفْرِقٌ۔ مَحْشِرٌ -

غیر ثلاثی مجرد

کیا معنے۔ جن افعال کے ماضی سہ حرفی سے زیادہ ہو اس کا اسم ظرف بالکل اسم مفعول کی طرح آتا ہے۔ مثلاً عَسْكَرَ يُعَسْكِرُ فَهُوَ مُعَسْكَرٌ۔

نیز اجوف یائی کا ظرف ایسے آوے گا۔ مثلاً صَارَ يَصِيْرُ کا ظرف مَصِيْرَ ہوگا۔

جہاں کوئی چیز مثلاً سَبُعٌ (درندہ کو کہتے ہیں) بہت ہوں گے اس جگہ کو مَسْبَعَةٌ کہیں گے۔ اَفْعٰی (سانپ) جہاں بہت ہوں اس کو مَفْعَاتٌ کہتے ہیں۔

نوواں سبق

امر حاضر بنانے کا قاعدہ

مضارع مخاطب کے پہلے جو تا علامت مضارع ہے اس کو دور کردو۔ پھر اس کے بعد اگر ساکن ہو تو اس حذف شدہ کے بدلہ میں تُفْعِلُ کے رنگ کے مضارع میں ہمزہ مفتوح اور تَفْعُلُ کی طرح میں ہمزہ مضموم ۔ وَ اِلَّا ہمزہ مکسور بڑھادو۔ اور اگر متحرک رہے تو ہمزہ مت بڑھاؤ۔ اور ہر حالت میں آخر کو جزم دو۔ ہاں اگر آخر میں حرف علت ہو بدلہ جزم کے اسی کو گرادو۔

تُكْرِمُ	تَنْصُرُ	تَسْتَغْفِرُ	تَعْلَمُ	تَفْتَحُ
تَعِدُ	تُحَاسِبُ	تَقِيْ	تَغْزُوْ	تَرْمِيْ سے
اَكْرِمْ	اُنْصُرْ	اِسْتَغْفِرْ	اِعْلَمْ	اِفْتَحْ
عِدْ	حَاسِبْ	قِ	اُغْزُ	اِرْمِ

	واحد	تثنیه	جمع
مذکر	اِعْلَمْ	اِعْلَمَا	اِعْلَمُوْا
مؤنث	اِعْلَمِیْ	اِعْلَمَا	اِعْلَمْنَ

اگر لا مضارع کے ابتدا میں بڑھاویں۔ پس اگر آخر میں علّت کا حرف ہو اور وہ (و ۔ ا ۔ ی) ہے تو اسے دور کر دیں۔ اور اگر صحیح ہو تو آخر کو صرف جزم دے دیں تو نہی بنتی ہے۔ جیسے

لَا تُشْرِكْ	لَا تُشْرِكَا	لَا تُشْرِكُوْا
لَا تُشْرِكِیْ	لَا تُشْرِكَا	لَا تُشْرِكْنَ

نون ثقیلہ سے یہ یہ شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔

يَعْلَمَنَّ	يَعْلَمَانِّ	يَعْلَمُنَّ
تَعْلَمَنَّ	تَعْلَمَانِّ	يَعْلَمْنَانِّ
تَعْلَمِنَّ	تَعْلَمَانِّ	تَعْلَمُنَّ
تَعْلَمَنَّ	تَعْلَمَانِّ	تَعْلَمْنَانِّ
اَعْلَمَنَّ	نَعْلَمَنَّ	

اور خفیفہ سے

يَعْلَمَنْ يَعْلَمُنْ

تَعْلَمَنْ تَعْلَمُنْ

اَعْلَمَنْ نَعْلَمَنْ

موضوع یا بامعنے لفظ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مفرد، دوسرے مرکب۔ مفرد وہ ہے جس میں دو اعراب یا دو بنائیں یا ایک اعراب اور ایک بنا نہ ہو۔ مثلاً (۱) اِلٰهٌ وَاحِدٌ (۲) اَحَدَ عَشَرَ ۔ اَلْحَمْدُ ۔

اور ایک بِنا ہے مرکب۔ اور وہ ہے جس میں دو اعراب یا دو بِنا یا ایک اعراب اور ایک بِنا ہو۔ مثلاً

اِلٰہٌ وَاحِدٌ - اَحَدَ عَشَرَ - اَلْحَمْدُ -

اور کہا ہے کہ جہاں لفظ کے اجزا معنے کے اجزا کو ظاہر کریں وہ مرکب ہے۔ اور جہاں ایسا نہ ہو وہ مفرد ہے۔ جیسے۔ اَللّٰہُ۔ مَلَکٌ۔ رَسُوْلٌ۔ مُحَمَّدٌ۔ قِیَامَۃٌ۔ شَھَادَۃٌ۔ صَلوٰۃٌ۔ زَکوٰۃٌ۔ صَوْمٌ۔ حَجٌّ۔ یہ سب مفرد ہیں۔ (مرکب کی مثالیں پہلے لکھ چکے ہیں۔)

مفرد کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔اسم ۲۔فعل اور ۳۔حرف ۔

اورمرکب۔ ۱۔جملہ ۲۔کلام اور ۳۔مرکب غیر مفید۔

اسم وہ ہے جس کی خبر دی جاوے۔ اسم کے ابتدا میں اَلْ اور آخر میں تنوین یا کسی عامل کے باعث زیر آجایا کرتی ہے اور اسم کو مضاف بھی کر دیا کرتے ہیں۔ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ۔

(استاد کھول کر سمجھا دے اس میں ہم نے مفرد اور مرکب بتا دیئے ہیں)

پھر اسم معرفہ ہوتا ہے یا نکرہ

معرفہ کے اقسام

۱۔عَلَم ۲۔معرّف باللام ۳۔ضمائر ۴۔اسم اشارہ ۵۔موصول ۶۔ موصوف اور ۷۔ وہ اسم جو ان معرفوں کی طرف مضاف ہو اور ۸۔بعض مُعَرَّف بِالنِّدَا جیسے ۱۔ اَللّٰہُ۔ ۲۔اَلصَّمَدُ ۔۳۔ھُوَ اللّٰہُ۔ اَنْتَ الرَّبُّ۔ اَنَا الْعَبْدُ۔ ۴۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ۔ ھٰذَا الْحَقُّ۔ ۵۔اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ۔ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ۔ یَا عَبْدَ اللّٰہِ۔ یُوْسُفُ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ رَسُوْلُہٗ۔ رَسُوْلُکُمْ۔ دَاعِیَ الْحَقِّ ۔ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِثْلِ ھٰذَا۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔صَاحِبُ رَجُلٍ فَاضِلٍ۔

نکرہ۔ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ۔

اسم واحد ہوتا ہے یا تثنیہ یا جمع۔ اور مذکر ہوتا ہے یا مؤنث۔ مصغّر ہوتا ہے اور منسوب۔

اِلٰہٌ - اِلٰھَیۡنِ - اِثۡنَیۡنِ - مُؤۡمِنُوۡنَ - مَلَائِکَۃٌ - اِمۡرَءَۃٌ نِسَاءٌ - بُنَیٌّ - عُبَیۡدٌ - مَکِّیٌّ - مَدَنِیٌّ۔

اسم مجرد ہوتے ہیں یا مزید

اسم مجرد ثلاثی کے اوزان

شَمۡسٌ	قَمَرٌ	کَتِفٌ	رَجُلٌ	قُفۡلٌ	رُطَبٌ	عُنُقٌ	حِمۡلٌ	عِنَبٌ	اِبِلٌ
سورج	چاند	شانہ	مرد	تالہ	تر کھجور	گردن	بوجھ	انگور	اونٹ

اسم رباعی مجرد

جَعۡفَرٌ۔ دِرۡھَمٌ۔ زَبۡرِجٌ۔ طَحۡلَبٌ۔ قِمَطۡرٌ۔

نام۔ ایک سکہ کا نام ہے۔ زینت۔ جالا (پانی میں جو سبزی مائل ہوتا ہے)۔ صندوق۔

خماسی مجرد

سَفَرۡجَلٌ	قُذَعۡمِلٌ	جَحۡمَرِشٌ	جَرۡدَحۡلٌ
بہی	اونٹ قوی	بوڑھی عورت	وادی

اسم مقصور جس کے آخر ایک الف لازم ہو۔ جیسے ھُدٰی۔ مُصۡطَفٰی۔ وہ الف واؤ سے بدل ہو۔ یا یا سے۔ جیسے عَصٰی اور فَتٰی۔ یا تانیث کے لیے۔ جیسے۔ حُبۡلٰی۔ عَطۡشٰی۔ یا اِلحاق کے لیے جیسے اَرۡطٰی (ایک درخت)۔ ذِفۡرٰی[۱]۔ جَعۡفَرٌ۔ اور دِرۡھَمٌ کے ساتھ ملانے کے لیے۔

اور **ممدود** وہ ہے جس کے آخر ہمزہ اور اس کے پہلے الف ہو۔ جیسے قُرَّاءُ۔ وہ ہمزہ بدل ہو واؤ سے جیسے۔ سَمَاء یا یا سے جیسے بِنَاءُ یا تانیث کے لیے جیسے حَسۡنَاءُ۔ خَضۡرَاءُ یا الحاق کے لیے جیسے عِلۡبَاءُ (گردن کی جانب کاٹھ) **ملحق** بقرطاس ہے۔

اسم منقوص

وہ اسم جس کے آخر یا مساکنہ اور اس کے ماقبل کسرہ ہو جیسے دَاعِیۡ۔

۱۔ جس اونٹنی کے کان کے پیچھے سے پسینہ بہت بہے۔

دسواں سبق

اسم مبنی ہوتا ہے یا معرب۔ مبنی وہ جس کا آخر عامل کے باعث نہ بدلے۔ اور وہ **ضمیرین**۔ اَسْمَآءُ اِشَارَۃ۔ مَوْصُوْلَاتٌ۔ اَسْمَآءُ الْاَفْعَال۔ اَسْمَآءُ الْاَصْوَات۔ اَسْمَآءُ شرط ہیں۔

استفہام

(مَنْ۔ مَا۔ مَاذَا۔ مَتٰی۔ اَيَّانَ۔ اَيْنَ۔ كَيْفَ۔ اَنّٰی۔ كَمْ)

بعض ظروف (اِذْ۔ اِذَا۔ اَلْاٰنَ۔ حَيْثُ۔ اَمْسِ)

اعداد مرکبہ ظروف اور احوال کا آخر مبنی علی الفتح ہوتا ہے جیسے اِنِّی رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا۔ صَبَاحَ۔ مَسَاءَ وَ هُوَ جَارِی بَيْتَ بَيْتَ اور اسماء الجہات ظروف جب مقطوع الاضافہ ہوں تو مبنی ہوتے ہیں جیسے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ۔ وَحَسْبُ وَ اَوَّلُ۔ یہ تو مبنی علی الضمّ ہوں گی اور جس اسم کے آخر وَیْہ ہو یا فعالِ کے وزن پر ہو مبنی علی الکسر ہوتا ہے جیسے سِيْبَوَيْهِ وَحَذَامِ وَ خَبَاثِ وَ نَزَالِ۔

معرب

وہ اسم ہے جس میں عامل کے باعث تغیر واقع ہو مثلاً جب کوئی اسم فاعل ہو یا نائب فاعل۔ مبتدا۔ خبر۔ اِسم كَانَ۔ وغیرہ اور خَبرِ اِنَّ وغیرہ ہو تو اس پر پیش آ جاوے یا پیش کا قائم مقام تثنیہ۔ كِلَا۔ كِلْتَا۔ جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں۔ اِثْنَانِ۔ اِثْنَتَانِ میں الف اور جمع مذکّر سَالِم اور اَسْمَاءِ سِتَّةٌ مُوَحَّدَہ (اَبٌ۔ اَخٌ۔ حَمٌ۔ فُوْ۔ ذُوْ۔ اور حَنٌ) اگر غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان میں واوَ۔

اور جب اسم مَفْعُوْل بِہٖ۔ مَفْعُوْل مُطْلَق۔ مَفْعُوْل لَهٗ۔ مَفْعُوْل فِيْهِ۔ مَفْعُوْل مَعَهٗ۔ خبر کان وغیرہ۔ اسم انّ وغیرہ۔ حال۔ تمیز۔ بعض مستثنٰی اور بعض منادی ہو تو اس پر زیر یا زبر کے

جابجا۔ اسمائے سِتَّه مذکور میں الف اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم اور کِلَا، کِلْتَا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں اِثْنَانِ ، اِثْنَتَانِ میں یا اور جمع مؤنث سالم میں کسرہ آتا ہے جیسے اَبَرَّ اُمَّكَ وَ اَبَاكَ وَ اَخَوَيْكَ كِلَيْهِمَا وَ اُخْتَيْكَ كِلْتَيْهِمَا وَ الْاَقْرَ بِيْنَ ۔ وَ عَمَّاتِكَ اور اسم مجرور میں کسرہ یا کسر کا قائم مقام اسمائے سِتَّه ۔تثنیہ ۔جمع مذکر سالم ۔ کِلَا، کِلْتَا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں۔ اِثْنَانِ اِثْنَتَانِ میں یا اور ممنوع الصرف میں۔ جب اس کے ابتدا میں اَلْ نہ ہو یا مضاف نہ ہوتو فتحہ لاتے ہیں۔

تقدیری اعراب

وہاں ہوتا ہے جہاں آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے موسیٰ وعیسیٰ

(۱) اَحْرُفُ اِسْتِقْبَالٍ-۱-س۔ سَيَغْفِرُ لَنَا ۔۲۔سَوْفَ۔سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ۔ ۳۔ اَنْ ۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۴۔ اِنْ۔ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا ۵۔ هَلْ۔ هَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۶۔ لَنْ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ۔

(۲) حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ -اَلَا ۔ اَمَا ۔ هَا ۔ يَا۔ لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ

(۳) حُرُوْفُ التَّاكِيْدِ -اِنَّ ۔ اَنَّ ۔نّ ۔ لَامُ الْاِبْتِدَاءِ ۔ قَدْ ۔ نْ

(۴) اَحْرُفُ الْعَطْفِ-وَاوْ ۔ فَا۔ ثُمَّ ۔ اَوْ۔ اَمْ۔ بَلْ ۔لٰكِنْ ۔ لَا

(۵) اَحْرُفُ الْجَوَابِ-لَا نَعَمْ ۔ بَلٰى ۔ اِيْ۔ اَجَلْ ۔ جَلَلْ ۔جَيْرِ

(۶) اَحْرُفُ النَّفِيْ- لَمْ ۔ لَمَّا ۔لَنْ۔ مَا ۔لَا ۔ لَاتَ۔اِنْ۔

(۷) اَحْرُفُ الشَّرْطِ-اِنْ ۔اِذْمَا ۔ لَوْ ۔ لَوْلَا ۔ لَوْمَا ۔ اَمَّا

(۸) اَحْرُفُ تَحْضِيْضٍ-اَلَا ۔ اَلَّا ۔ هَلَّا ۔ لَوْلَا ۔ لَوْمَا۔

(۹) اَحْرُفُ الْمَصْدَرِيَّةِ - اَنْ ۔ اَنَّ ۔ مَا ۔ مَصْدَرِيَّة

گیارہواں سبق

فاعل

جس اسم کے ساتھ کسی فعل کا قیام ہو اور وہ اسم فعل کے بعد ہو اسے فاعل کہتے ہیں۔

جیسے خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ ۔ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۔ خَلَقَ اور كَلَّمَ فعل ہیں اور اللہ کا لفظ فاعل کہلاتا ہے۔

جب فاعل ظاہر ہو تو فعل کو واحد رکھتے ہیں۔ جیسے جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ جب فاعل مؤنث حقیقی اور فعل سے بلا فاصلہ ہو تو فعل مؤنث ہوتا ہے۔ جیسے قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ

اور جب ۱۔ فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو یا ۲۔ فاعل مؤنث حقیقی اور فعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو کبھی مؤنث اور گاہے مذکر کر دیتے ہیں جیسے ۱۔ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ ۲۔ اور مَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ اور ۳۔ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ ۔ یہ بات یاد رہے کہ مَصْدَرٌ ۔ اِسْمُ مَصْدَرٍ ۔ اِسْمُ فَاعِلٍ ۔ صِفَةٌ مُشَبَّهٌ ۔ افعل الزیادۃ ۔ اسم فعل ۔ ظرف ۔ جار مجرور فعل کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ جیسے لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ ۔ مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ الْوُضُوْءُ ۔ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ ۔ حَسَنٌ وَجْهُهٗ ۔ مَا مِنْ اَ يَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُ الصَّوْمُ مِنْهُ فِي عَشْرَةِ ذِيْحَجَّةِ ۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۔ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ ۔ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ

بارہواں سبق

اور یہ بھی یاد رہے کہ اَنْ ، اَنَّ ، مَا ۔ اپنے مابعد کے ساتھ ضمائر اور جملہ بھی فاعل ہوا کرتا ہے جیسے

۱۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ يَأْنِ فعل ہے اور اَنْ تَخْشَعَ فاعل ہے اَىْ خُشُوْعُ قُلُوْبِهِمْ ۔

۲۔ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اَىْ اَنْزَلْنَا الْكِتَابَ

۳۔ يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ

۴۔ضمائر دوقسم کے ہوتے ہیں۔ایک ظاہر جن کو بَارِزَۃ کہتے ہیں جیسے اَنْعَمْتَ میں تا ۔ کَتَبْنَا میں نا اوردوسرے مُسْتَتِرَہ جیسے مَنْ یَّقُوْلُ میں ھُوَ۔

اورجیسے تَبَیَّنَ لَکُمْ کَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ اَیْ کَیْفِیَّۃِ فِعْلِھِمْ۔اور اَوَ لَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا اَیْ کَثْرَۃُ اِھْلَاکِنَا ۔

ا۔فعل یا ۲۔فاعل یا ۳۔دونوں کو گاہے حذف کردیتے ہیں جیسے مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ۔ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ میں اللہ فَاعِلْ ہےاور خَلَقَ فِعْل مَحْذُوْف۔

بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ میں نفس بَلَغَتْ کا فاعل محذوف ہے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔

آٹھواں نائب فاعل

فعل مجھول اور اسم مفعول اور منسوب کا مفعول بہ ۔ظرف۔مصدر۔اور جار مجرور۔ فاعل کا قائم مقام ہوجاتا ہے بشرطیکہ متصرف اور مختص ہوں جیسے اُکْرِمَ الرَّجُلُ-صِیْمَ النَّھَارُ- کُتِبَ کِتَابَۃٌ -نُظِرَ فِی الْاَمْرِ ۔شُبِّہَ لَھُمْ۔

ساتواں

مبتدا۔وہ اسم ہے جسے خبر دی جاوے اور خبر وہ اسم ہے جس کے ذریعہ اطلاع دی جاوے۔مبتدا اکثر معرفہ ہوتا ہے اور خبر کبھی مفرد ہوتی ہے جیسے اَللّٰہُ اَحَدٌ اور کبھی مرکب جیسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ گاہے جملہ فعلیہ جیسے اَللّٰہُ لَمْ یَلِدْ اور گاہے جملہ اسمیہ-اَلْغَضْبُ آخِرُہٗ نَدَمٌ۔

اور جملہ شرطیہ بھی آتی ہے-اَللّٰہُ اِنْ تُؤْمِنْ بِہٖ وَ مَلَآئِکَتِہٖ وکُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ یُؤْمِنْكَ اور جملہ ظرفیہ بھی خبر ہوتا ہے جیسے فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَ فِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ۔

یادرہے خبر مشتق۔ افراد۔تثنیہ۔جمع۔تذکیر اور تانیث میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے اور خبر جملہ ہوتو اس میں ضمیر مطابق مبتدا ہونا چاہیے۔

مبتدا اسماء استفہام۔ اسماء شرطیہ۔ ما تَعَجُّبِیّۃ ۔ کم خبریہ۔ ضمیر شان جس کے پہلے لام الابتدا ہو اور موصول جس کی خبر پر فاء ہو۔

جہاں اِلْتِبَاس بِالْفَاعِل یا اِلْتِبَاس بِخَبَر ہو اور جو مَقْصُوْر عَلَی الْخَبَر ہو مقدم ہوتا ہے۔ مَنْ اَنْتَ۔ مَنْ یَّقُمْ اَقُمْ۔ مَا اَحْسَنَ الصِّدْقَ۔ کَمْ عَبِیْدٌ لِیْ۔ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اَلسَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا۔ اَللّٰہُ خَلَقَ۔ اَللّٰہُ اِلٰھُنَا۔ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔

ان مقامات میں مبتدا کو مقدم کرتے ہیں۔

اگر خبر لازم الصدر۔ مَقْصُوْر عَلَی الْمُبْتَدَا۔ ملتَبَس بِالصِّفَۃِ بعض حصہ خبر کو مبتدا کی ضمیر راجع ہو تو خبر مقدم ہوتی ہے۔ جیسے

مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ۔ اِنَّمَا مَعْبُوْدُنَا اللّٰہُ۔ لِیْ صَاحِبَۃٌ۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔

مبتدا کو نِعْمَ ۔ بِئْسَ ۔ نَعْت مقطوع میں۔ جو مَدح ۔ذَم ۔تَرَحُّم کے مقامات پر کرتے ہیں اور مقام قسم میں اور جب مصدر نائب عَنِ الْفِعْل خبر ہو حذف کر دیتے ہیں۔

جیسے نِعْمَ الْعَبْدُ صُھَیْبٌ ۔اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِبْلِیْسِ اللَّعِیْنِ ۔فِیْ عُنُقِیْ ، لَاَ ذْھَبَنَّ اَیْ اَلْمِیْثَاقُ ۔ اِرْفِقْ بِخَالِدٍ الْمِسْکِیْنُ۔ سَمْعٌ وَّ طَاعَۃٌ۔

صریح قسم

لَوْ لَا کے بعد جب کون عام ہو۔ واؤ بمعنے مع کے بعد۔ جب حال خبر کے قائم مقام ہو جیسے لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ لَوْ لَا فُلَانٌ لَھَلَکَ فُلَانٌ۔ کُلُّ صَانِعٍ وَمَا صَنَعَ۔ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ ۔ ضَرْبِی الْعَبْدَ مُسِیْئًا۔

اسم کان اور اسم قسم کے فعلوں کا خبر اِنَّ وَ اَخَوَاتِھَا۔

تیرہواں سبق

فعل کا مصدر جسے مفعول[1] مطلق کہتے ہیں اور جس پر فعل فاعل کا واقع ہو۔
اور وہ مفعول[2] کہلاتا ہے اور جس غرض کے لئے فعل کا وقوع ہوا وہ مَفْعُوْل[3] لَهٗ یا لِاَجْلِهٖ ہے اور وہ لفظ جسے فعل کے وقوع کا زمانہ یا مکان معلوم ہو اور وہ ظرف[4] زمان یا مکان کہلاتا ہے اور جس کے ساتھ وقوع ہو اور وہ مفعول[5] مَعَهٗ ہے۔
اور جو لفظ فاعل یا مفعول یا نسبت یا کسی اسم سے کسی شبہ کو دور کرے اور وہ تمییز[6] کہلاتی ہے اور مستثنٰی[7] منقطع اور وہ مستثنٰی جو کلام تام موجب میں ہو اور خَلَا۔ عَدَا۔ حَاشَا۔ لَيْسَ ۔ لَا يَكُوْنُ کے بعد[8] اور جو اسم فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرے اور وہ حال[9] ہے۔
اور اِنَّ۔ اَنَّ ۔ كَاَنَّ ۔ لَيْتَ ۔ لٰكِنَّ ۔ لَعَلَّ کے بعد کا اسم[10] اور لانفی جنس کے بعد کا اسم[11] اور كَانَ ۔ صَارَ ۔ اَصْبَحَ ۔ اَمْسٰی ۔ اَضْحٰی ۔ ظَلَّ ۔ بَاتَ ۔ مَا فَتِیءَ ۔ مَا دَامَ ۔ مَا انْفَكَّ ۔ لَيْسَ ۔ اٰضَ ۔ عَادَ ۔
اور لا مشبہ بلیس کی خبریں[12]، منصوب[13] ہوتی ہیں
جیسے عَلَّمَ اللّٰهُ عِلْمًا[1] ۔ زَيْدًا[2] ۔ فَضْلًا[3] ۔ وَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْمَدِيْنَةَ[4] بَعْدَ[4] الْحَجِّ سَالِمًا[9] وَ عَمْرًوا[5] مُنْعَمًا عَلَيْهِمَا زَائِرَيْنِ فَطَابَ زَيْدٌ نَفْسًا[6] وَ عِلْمًا[6] وَ عَمْرًوا اَبًا[6] وَ اَكَلَا التَّمْرَ عَلَيْهَا مِثْلُهَا زُبْدًا[6] وَاشْتَرٰی زَيْدٌ اَوْقَارًا كُتُبَ الدِّيْنِ اِلَّا كُتُبَ[7] الْمَجُوْنِ خَلَا كُتُبًا[8] تَفِيْدُ عِلْمَ اللِّسَانِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهِمَا رَحِيْمًا ۔ فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ عِنْدَكَ سَيَّمَا فِيْ يَوْمٍ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ۔
اسی طرح اسم اغراء[12] ۔ تحذیر[13] ۔ اختصاص[14] میں اور منادیٰ مضاف[15] اور مشابہ بالمضاف[16] منصوب ہوا کرتے ہیں جیسے اَلْاِيْمَانَ[12] ۔ وَالْاِجْتِهَادَ ۔ وَالنَّجْدَةَ اور اَلْكَسَلَ[13] ۔ اَلشِّرْكَ اَلشِّرْكَ ۔ نَفْسَكَ وَالْخَلِيْلَ السُّوْءَ ۔ اِيَّاكَ وَالْكَذِبَ ۔ اِيَّاكَ اِيَّاكَ النَّمِيْمَةَ ۔ اِيَّاكَ الشَّرَّ اور نَحْنُ مَعَاشَرَ[14] الْاَنْبِيَاءِ ۔ لَا نُوَرِّثُ الدِّرْهَمَ وَالدِّيْنَارَ اور يَارَبَّ[15] الْعٰلَمِيْنَ يَاطَالِعًا جَبَلًا ۔

چودھواں سبق

۱۔ اسم فعل وہ اسم یا مرکب ہے جو فعل کے معنے دے اور فعل کے علامات اس پر نہ آسکیں۔

هَيْهَاتَ اس کے معنے ہیں مَا اَبْعَدَ۔ وَیْ کے معنے اَتَعَجَّبُ

شَتَّانِ اس کے معنے ہیں مَا افْتَرَقَ اُفٍّ کے معنے اَتَضَجَّرُ

صَهْ اس کے معنے ہیں اُسْكُتْ اٰمِيْنَ اس کے معنے اِسْتَجِبْ

هَيْتَ۔ هَلُمَّ۔ عَلَيْكَ نَفْسَكَ اِلْزَمْهَا۔ اِلَيْكَ عَنِّيْ تَنَحَّ۔ دُوْنَكَ الدِّرْهَمَ

اَیْ خُذْ۔ مَكَانَكَ اَیْ اُثْبُتْ۔

ان کو تثنیہ جمع مذکر نہیں کرتے اور فَعَال بمعنے امر بنالینا سہ حرفی لفظوں میں قیاس ہے جیسے نَزَال۔ قَتَال

۲۔ صفہ مشبہ باسم فاعل۔ وہ اسم ہے جس کے معنے میں ثبوت اور مضبوطی پائی جاوے۔

وہ فَرِحَ لازمی سے۔ غم اور خوشی کے معنے میں ضَجِرٌ۔ طَرِبٌ۔ اَشِرٌ

وہ فَرِحَ لازمی سے۔ عیب اور خوبی کے معنے میں اَعْرَجُ۔ اَحْوَرُ

وہ فَرِحَ لازمی سے خَلَو اور اِمتِلَا میں عَطْشَان۔ مَلْاٰن۔ عَطْشٰی وَ مَلْئٰی مؤنث ہیں اور كَرُمَ سے كَرِيْمٌ۔ شَهْمٌ۔ حَسَنٌ۔ جَبَانٌ۔ شَجَاعٌ۔ صُلْبٌ۔

یاد رہے کہ جو اسم ثلاثی سے بمعنے اسم فاعل ہو اور فاعل کے وزن پر نہ ہو اس کو بھی صفہ مشبہ کہتے ہیں جیسے شَيْخٌ۔ اَشْيَبُ۔ طَيِّبٌ۔ عَفِيْفٌ اور جو اسم فاعل اور اسم مفعول حدوث کے معنے نہ رکھتا ہو اسے بھی صفہ مشبہ کہا جاتا ہے جیسے طَاهِرُ الْقَلْبِ۔ مُعْتَدِلُ الْقَامَةِ اور مَحْمُوْدُ الْمَقَاصِدِ۔

خِلَاصَةٌ تُحۡفَظُ

یادرکھاجاوے

۱۔ الف ۔ با ۔ تا ۔ ثا ۔ جیم ۔ حا ۔وغیرہ سے لفظ بنتے ہیں اور الفاظ کی تین قسمیں ہیں۔

۲۔ ا۔ فعل جیسے عَلِمَ، یَعۡلَمُ، اِعۡلَمۡ ۔ کَتَبَ، یَکۡتُبُ، اُکۡتُبۡ وغیرہ۔

۲۔ اسم جیسے اَللّٰهُ ۔ مَلَكٌ ۔ کِتَابٌ ۔ رَسُوۡلٌ ۔ مُحَمَّدٌ ۔ اَحۡمَدُ ۔ جَزَاءٌ۔

۳۔ حرف جیسے هَلۡ ۔ لَمۡ ۔ فِیۡ۔

۳۔ فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی جیسے اٰمَنَ مضارع یُؤۡمِنُ امر جیسے اٰمِنۡ۔

۴۔ الفاظ مفردہ سے جو کلام بنتا ہے اس کو جملہ مفیدہ کہتے ہیں۔

۵۔ جس اسم اور فعل کا آخر کسی عامل سے نہ بدلے اس کو مبنی اور جس کا آخر عامل سے بدلے اس کو معرب کہتے ہیں۔

مبنی کے آخر کبھی سکون ہوتا ہے جیسے اِعۡلَمۡ ۔ لَمۡ ۔ مَنۡ ۔ یا ضمہ ہوتا ہے جیسے ۔ حَیۡثُ ۔ عَوۡضُ ۔ یا زبر ہوتا ہے جیسے نَصَرَ ۔ اَیۡنَ ۔ یا کسرہ ہوتا ہے جیسے نَزَالِ ۔ حَضَارِ ۔ بَاء جَارہ۔

تمام حروف اور مضارع کے سوا تمام افعال مبنی ہوتے ہیں۔

اسماء میں مبنی ضمائر ہیں جیسے اَنَا، اَنۡتَ، هُوَ اور اسمائے موصولہ جیسے اَلَّذِیۡ، اَلَّتِیۡ، اُولٰٓئِكَ۔ اسمائے اشارہ هٰذَا، هٰذِهٖ، تَا، تِهٖ، ذَالِكَ، تِلۡكَ ۔ اسمائے شرط مَنۡ، مَهۡمَا ۔

اور جن الفاظ کا آخر بدل جاتا ہے ان میں افعال کے آخر گا ہے ۔پیش جس کو ضمہ رفع کہتے ہیں ہوتا ہے جیسے یُؤۡمِنُ ، یُکۡرِمُ اور کبھی فتحہ جس کو نصب اور زبر کہتے ہیں جیسے اٰمَنَ ، اٰمِنَ ، عَلِمَ اور کبھی جزم جس کو سکون کہتے ہیں جیسے اُنۡصُرۡ، اَکۡرِمۡ ۔ اور اسم کے آخر رفع ،نصب ، جر اور سکون ہوتا ہے جیسے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ۔ اَلصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ، مِنۡ ،عَنۡ۔

۶۔ فعل کے پہلے جب اَنۡ ۔ لَنۡ ۔ اِذًا ۔ کَیۡ ہو تو فعل کا آخر منصوب ہوگا اور جب لَمۡ ۔ لَمَّا ۔

لَامُ اَمْرٍ۔ لا ناھیه ۔ اِن ۔ اِذمَا ۔ مَن ۔ مَا ۔ مَھمَا ۔ مَتٰی ۔ اَیَّانَ ۔ اَنّٰی ۔ حَیْثُمَا ۔ کَیفَمَا۔ اَیُّ فعل پر آویں تو فعل کا آخر مجزوم ہوتا ہے۔ اور اگر ناصب و جازم فعل مضارع کے ابتدا میں نہ ہو تو مضارع مرفوع ہوتا ہے۔

اسم کے آخر چھ جگہ رفع ہوتا ہے۔

اوّل فاعل حَفِظَ مُحَمَّدٌ الْکِتَابَ ۔ یَطْلُبُ الْعَاقِلُ الْعِلْمَ ۔ مُحَمَّدٌ اور عاقلٌ فاعل ہیں اس لئے مرفوع ہیں۔

دوم۔ حُفِظَ الکِتَابُ وَ یُطلَبُ العِلْمُ، کتاب اور علم کو نائب فاعل کہتے ہیں۔

سوم۔ چہارم۔ جیسے اَللّٰہُ خَالِقٌ، اسم اوّل کو مبتداء اور دوسرے کو خبر کہیں گے۔

پنجم۔ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا۔ اللہ اسم کان کہلاتا ہے اور کَانَ کی طرح صَارَ ۔ اَصْبَحَ ۔ اَضْحٰی۔ ظَلَّ۔ اَمْسٰی۔ بَاتَ۔ مَا زَالَ۔ مَا بَرِحَ۔ مَا انْفَكَّ۔ مَافَتِئَ۔ مَادَامَ۔ لَیْسَ۔

ششم۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ ۔ اَللّٰہُ اسم اِنَّ اور عَلِیْمٌ مرفوع خبر اِنَّ اور ان کی طرح اَنَّ۔ کَاَنَّ۔ لَیْتَ ۔ لٰکِنَّ ۔ لَعَلَّ اور لَا۔

اسم منصوب گیارہ ہیں

۱۔ حَفِظَ الْکِتَابَ مُحَمَّدٌ ۔ اَلْکِتَابَ منصوب ہے اور مفعول بہٖ ہے۔

۲۔ حَفِظَ حِفْظًا ۔ حِفْظًا مفعول مطلق ہے اس لئے منصوب۔

۳۔ حَفِظَ مُحَمَّدٌ الْکِتَابَ حِفْظًا رَغْبَةً۔ رَغْبَةً مَفْعُوْل لَهٗ۔

۴۔ صَبَاحًا وَ اَمَامَ۔ حَفِظَ مُحَمَّدٌ الْکِتَابَ صَبَاحًا اَمَامَ الْمُعَلِّمِ میں صَبَاحًا اور اَمَامَ منصوب ہے اور مَفْعُوْل فِیْهِ اور ظرف ہے۔

۵۔ اَلْمِصْبَاحُ کا لفظ حَفِظَ مُحَمَّدٌ وَالْمِصْبَاحَ میں مفعول مَعَهٗ اور منصوب ہے۔

۶۔ حَفِظَ مُحَمَّدٌ الْکِتَابَ اِلَّا وَرَقَةً۔ وَرَقَةً منصوب ہے مستثنٰی ہے۔

۷۔ جَالِسًا اور صَحِیْحًا کا لفظ حَفِظَ مُحَمَّدٌ الْکِتَابَ صَحِیْحًا و حَفِظَ الْکِتَابَ

جَالِسًا حال ہے اور منصوب۔

۸۔ بَاعَ الْکُتُبَ بِرَطْلٍ ذَهَبًا میں ذَهَبًا تمیز۔ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا میں عُیُوْنًا تمیز ہے۔

۹۔ منادیٰ مضاف جیسے یَا عِبَادَ اللہِ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰی میں عباد اور فالق کا لفظ۔

۱۰۔ خبر کان۔ کَانَ اللہُ غَفُوْرًا میں غَفُوْرًا خبر کَانَ منصوب ہے۔

۱۱۔ اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ۔ میں اَللہ اِسْم اِنَّ منصوب ہوتا ہے۔

اسم مجرور دو جگہ ہوتا۔ اوّل بَا و تَا و کاف و لام و، وا و مُنْذُ و مُذْ۔ خَلَا ۔ رُبَّ ۔ حَاشَا ۔ مِنْ۔ عَدَا ۔ فِیْ۔ عَنْ۔ عَلٰی۔ حَتّٰی۔ اِلٰی کے بعد، دوم اضافہ کے باعث جیسے اِسْمُ اللہِ ۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ میں پہلے کو مضاف دوسرے کو مضاف الیہ مجرور کہتے ہیں کبھی ایک لفظ اعراب دوسرے لفظ کو دیا جاتا ہے۔ اوّل کو متبوع اور دوسرے کو تابع کہتے ہیں اور وہ چار ہیں۔

۱۔ عَدُوٌّ عَاقِلٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدِیْقٍ جَاهِلٍ میں عاقل اور جاهل نعت وصفت اور عدو و صدیق کو موصوف کہتے ہیں۔

۲۔ مَعْطُوْف - یَبْلُغُ الطَّالِبُ قُرْبَ اللہِ وَ رِضْوَانَہٗ بِالْاِخْلَاصِ وَاِتِّبَاعِ الرُّسُلِ حروف عطف۔ و۔ ف۔ اَوْ ۔ ثُمَّ۔ لَا ۔ لٰکِنْ ۔ بَلْ ہیں۔

۳۔ توکید۔ جیسے نَفْسُہٗ ۔ عَیْنُہٗ ۔ کُلُّہٗ۔ جَمِیْعُہٗ ۔ جَاءَ الْاَمِیْرُ نَفْسُہٗ اَوْ عَیْنُہٗ - سَارَ الْجَیْشُ۔ کُلُّہٗ اَوْ جَمِیْعُہٗ۔

۴۔ بدل۔ جَدَّ دَ الْاِمَامُ الدِّیْنَ اَکْثَرَہٗ وَ یُتِمُّ اللہُ بَقِیَّتَہٗ خِتَامَہٗ۔

